رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین (بی-اے- ایل ایل-بی) و مولوی صدر الدین (بی-اے- بی-ٹی)

جلد (۱) بابت ماہ نومبر ۱۹۱۵ء نمبر (۱۱)

فہرست مضامین

ماخوذ از اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ اکتوبر ۱۹۱۵ء

(۱) شذرات ۴۸۷ (۲) نماز کی کشش ۴۸۸ - (۳) ووکنگ میں مہمانوں کی آمد و رفت ۴۸۹ (۴) اسلامک ریویو کا دائرہ وسعت ۴۹۰ - (۵) اسلام میں روزوں کا حکم ۴۹۲ - (۶) احادیث نبوی میں سے کچھ ۴۹۶ - (۷) ووکنگ میں بشپ صاحب ونچسٹر کی آمد ۵۰۰ - (۸) دعا ایک غذا ہے ۵۰۵ - (۹) اینی بسنت کے خیالات اسلام پر ۵۰۸ - (۱۰) اخلاقی معجزات ۵۱۷ - (۱۱) عورت کی حمایت ۵۲۴ - (۱۲) یورپ میں دہریت ۵۲۹ - (۱۳) ایک چٹھی ۵۳۲

باہتمام محمد بلند اختر ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۵ء کو خلیفہ رجب الدین صاحب کی احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپ کر شائع ہوا

قیمت سالانہ تین روپے

وی پی وصول کنندگان احباب امور ذیل پر توجّہ فرمائیں

یُوں تو وی پی ہمیشہ فرمایش پر ہی جاری ہوتا ہے۔ لیکن وصولی پر جو کوپن ہمیں ڈاکخانہ سے واپس ملتا ہے۔ وہ بعض وقت محفوظ نہیں ہوتا۔ اس لئے وی پی کنندہ کا پتہ ٹھیک نہ پڑھا جانے پر آئیندہ رسالہ جاری رکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ ہمارے پاس پہلی فرمائش تو ہوتی ہے لیکن بہت سی وی پی میں سے خاص تعیّن مشکل ہوتی ہے۔ اس لیئے التماس ہے کہ ہر صاحب وی پی وصول کنندہ وی پی پیکیٹ کی وصولی پر ازسرنو ایک کارڈ پر اپنا پتہ خوشخط بھیجدیں۔ اور وصُولی پیکیٹ کا حوالہ دیں +

پتہ:- مینیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس عزیز منزل۔ نولکھّا۔ لاہور

رسالہ اشاعت اسلام کے اغراض و مقاصد

اس رسالہ کی غرض و غایت بلاد غربیّہ میں اشاعت اسلام کو مضبُوط کرنا ہے۔ اس کا سارا منافع اس ہی کام پر خرچ ہوتا ہے۔ اس کی خریداری کے بڑھنے سے ذیل کے امور مرتب ہونگے :- (۱) اِس سے ایک اعلےٰ پایہ کا اسلامی لٹریچر پیدا ہوگا جس کو انگلش پریس نے اسلام کی ایک طاقت تسلیم کیا ہے۔ (۲) اخراجات اشاعت اسلام میں سہولت ہوجاویگی (۳) منتظمین اسلامک ریویو انگریزی مجریّہ لنڈن کو موجودہ سے زیادہ تعداد میں انگریزی رسالہ مُفت بلاد غربیّہ میں تقسیم کرنیکا موقع ملے گا۔ اور اس طرح یہ اعلےٰ مقصد پورا ہوجاوے گا۔ جس کے لیئے یہ رسالہ شائع کیا گیا +

نوٹ :- اُردو رسالہ کا سالانہ چندہ مبلغ ۳؎ ہے۔ تمام درخواستیں خریداری بنام مینیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ نولکھّا۔ لاہور۔ آنی چاہئیں + **مینیجر**

SERMON ON THE LAST EID-UL-FITR FESTIVAL, ON THE LAWN IN THE PREMISES OF THE MOSQUE, WOKING.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۱) ــــ بابت ماہ نومبر ۱۹۱۵ء ــــ نمبر (۱۱)

شذرات

نومسلم

ماہ ستمبر میں ووکنگ مشن کے ذریعہ نومسلموں کی تعداد میں چھ کا اضافہ ہوا جو سب کی سب خواتین ہیں۔ جن میں سے ایک سیزدہ سالہ لڑکی کا اسلام میں داخل ہونا بالخصوص قابل ذکر امر ہے۔ چنانچہ مولانا مولوی صدرالدین صاحب امام مسجد ووکنگ اس لڑکی کے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ نوعمر خاتون مدت سے نماز میں شریک ہوتی تھیں۔ اب علانیہ مسلمان ہیں۔ ان کا نام سلیمہ رکھا گیا ہے۔ اس چھوٹی عمر میں سلیمہ کا ہمارے ساتھ شامل ہو جانا اس امر پر مجھے مجبور کرتا ہے۔ کہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر خدا تعالےٰ کا اس فضل اور کرم کا ذکر کروں۔ جو اس نے یہاں اس سلسلہ تبلیغ میں شامل حال کر رکھا ہے۔ پچھلے سال ایک سترہ سالہ خاتون مسلمان ہونا چاہتی تھیں تو اس پر میں اور برادرم مکرم معظم خواجہ کمال الدین صاحب بہت گھبرائے .... اب تیرہ سالہ لڑکی کو بے خطر ہم اپنی برادری میں شامل کرتے ہیں۔ ایک سال میں خدائے عزیز و

حکیم نے حالات کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے ......

"اس نو عمر خاتون کی والدہ ماجدہ بھی کئی مہینوں سے تشریف لاتی ہیں۔ وہ ابھی نماز میں شمولیت اختیار نہیں کرتیں۔ کسی دن اُن کو بھی اللہ تعالےٰ توفیق عطا کرے گا۔ کہ وہ بھی نماز میں شامل ہوں اور اسلام قبول کریں"

نماز کی کشش

نماز اسلام کا شعار تھا۔ مگر آج مسلمان اس سے غافل ہیں۔ اور جو مہذب طبقہ کہلاتا ہے وہ دوسروں کے سامنے نماز کا ادا کرنا اپنے لیئے باعث عار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسی نماز نے بہتیرے دلوں کو اپنی سادگی اور جذبے سے مسخر کر لیا ہے۔ ایک انگریز نے لکھا ہے۔ کہ وہ ایران میں کسی موقعہ پر سفر کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ مسلمان سپاہیوں کا ایک دستہ تھا۔ ایک خطرناک مقام پر وہ پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں سے دن کی روشنی میں نکل جانا ضروری تھا۔ مگر ادھر آفتاب غروب ہوا۔ ادھر وہ سب کے سب گھوڑوں سے اُتر صف باندھ کر دست بستہ خدا کے حضور کھڑے ہو گئے۔ ان کی اس بے اختیاری کی حرکت نے کس طرح تمام خطرات کی پروانہ کر کے وہ سادگی سے صاف زمین پر خدا کے آگے جھکتے اور سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اسلام کی صداقت اس کے دل کے اندر گڑ گئی۔ یہی نماز جس کی طرف آج مسلمانوں کو توجہ نہیں۔ بہت سے سعید روحوں کے لیئے باعث کشش ہو رہی ہے۔ اور یہی آخر انکو آہستہ آہستہ اسلام کی طرف لے آتی ہے۔ لوگوں کو تو یہ فکر تھا۔ کہ یورپ میں لوگ مسلمان تو ہو جائیں گے۔ مگر نماز کی پابندی وہ نہیں کر سکتے۔ یہاں ایک اور ہی رنگ نظر آتا ہے۔ ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوتے۔ کہ نمازوں میں پہلے شمولیت کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں۔

"جناب حضرت باری تعالےٰ کے افضال ہیں۔ کہ عید الفطر کے بعد آج تک تیرہ کس دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور بھی کئی سعید ہیں جو نمازوں میں برابر شامل ہوتے ہیں۔ مگر اظہار کی طاقت نہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ مسٹر ھاول محمد اشرف کے خاندان کی طرح دو تین اور خاندان

اسلام کے بہت قریب ہیں۔ ایک کپتان رابرٹسن صاحب مرحوم کا خاندان ہے۔ جس میں سے دو لڑکیاں مسلمان ہو چکی ہیں۔ باقی ان کی والدہ محترمہ اور ان کی دوسری ہمشیرہ باقی ہیں۔ اگرچہ وہ بھی متواتر اتوار اور بدھ کو نمازوں اور مجلسوں میں شامل ہوتی ہیں۔ دوسرا خاندان مسٹر سمتھ صاحب کا ہے۔ اُن میں سے ایک لڑکی مسلمان ہوئی ہے۔ باقی اُن کی والدہ مکرمہ اور دیگر تین ہمشیرگان ہیں جو نمازوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔ مگر اُن کے اعلان کے واسطے ابھی تھوڑا وقت او چاہیئے"

ووکنگ میں مہمانوں کی آمد و رفت

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا۔ کہ ووکنگ میں کس کثرت سے مہمانوں کی آمد و رفت ہے :-

نام ماہ	صبح	دوپہر	چار شام	رات کا کھانا	کل تعداد
جون سنہ ۱۹۱۵ء	۳	۳۷	۱۳۹	۱۷۳	۳۵۲
جولائی سنہ ۱۹۱۵ء	۴	۳۰	۱۴۲	۱۴۵	۳۲۱
اگست سنہ ۱۹۱۵ء۔ بوجہ عید الفطر	۲۳	۲۷۲	۴۳۵	۱۷۰	۹۰۰
ستمبر سنہ ۱۹۱۵ء	۴۵	۵۹	۱۹۴	۲۰۵	۵۰۳
میزان	۷۵	۳۹۸	۹۱۰	۶۹۳	۲۰۷۶

گویا چار ماہ میں دو ہزار چھہتر مرد و زن مسلم و غیر مسلم نے ووکنگ مشن کے دستر خوان پر کھانا تناول فرمایا۔ اگر اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔ کہ نرخ اشیاء کس قدر ترقی کر گیا ہے اور پھر ہر قسم کے مہمانوں اور کھانوں کو مدنظر رکھا جائے تو بحساب اوسط ان مہمانوں کا خرچ ایک روپیہ فی کس سے کم نہ ہوگا۔ اس طرح یہ دو ہزار روپیہ چار ماہ کا خرچ صرف مہمان نوازی کا ہے یعنی پانچسو روپیہ ماہوار یا چھ ہزار روپیہ سالانہ۔ باوجودیکہ یہ مشن پر ایک بڑا بھاری بوجھ ہے۔ مگر درحقیقت یہ ایسا ذریعہ ہے۔ کہ ایک طرف اسلامی خلق مہمان نوازی کو دکھاتا اور دوسری طرف تبلیغ کا موقعہ پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس طرح ان لوگوں سے بھی جو زیادہ دیر ٹھہرنے کے ارادہ سے نہیں آتے۔ گفتگو کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اور اُن کے دلوں تک اسلام کا پیغام پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس طرح پر ان میں سے بہت ایسے ہوتے ہیں

کہ وہ ایک دیرپا اثر ساتھ لے جاتے ہیں۔
علاوہ ازیں نومسلموں کو صرف کلمۂ توحید پڑھا کر یا چند موٹے موٹے اسلامی اصول سکھا کر چھوڑ دینا کافی نہیں۔ بلکہ اصل غرض ہمارے مشن کی یہ ہے کہ جو لوگ اسلام میں داخل ہوں وہ خود اس سے اس قدر واقفیت پیدا کرلیں کہ دوسرے کے لیئے وہی مبلغ بن جائیں۔ چنانچہ چند ہفتوں سے بوقت شب دو تین سعید نومسلم آجاتے ہیں اور تعلیم قرآن سے مستفیض ہوتے ہیں۔
پس اس مہمان نوازی کا خرچ جو قریبًا چھ ہزار روپے کی ایک معقول رقم ہے رسالہ کے کثیر اخراجات کے علاوہ ہے۔ اور یہ خرچ اگر خدا کو یہ منظور ہے کہ یہ مشن ترقی کرے۔ اور اسلام سارے یورپ میں پھیلے دن بدن بڑھتا چلا جائے گا۔ جو لوگ ان باتوں کی اہمیت سے واقف ہیں وہ خود بھی ان مصارف کے لیئے فنڈ مہیّا کرنے میں حصّہ لیں۔ اور دوسرے احباب کو بھی توجہ دلائیں

اسلامک ریویو کا دائرہ وسعت

۷ر اکتوبر کے خط میں مسٹر الشیئن کے مشرف باسلام ہونے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مولوی صدرالدین صاحب تحریر فرماتے ہیں۔
"اس خوشخبری کے علاوہ یہ امر بھی درج کرنے کے قابل ہے کہ رسالہ اسلامک ریویو۔ اور مسلم انڈیا نے خدا تعالے کے فضل سے اپنا اثر دور دراز ملکوں میں کیا ہے۔ نور ایمان کی چنگاری کو بہتوں میں سُلگایا ہے۔ اور وہ جن کو خدا تعالے نے پہلے ہی سے سلسلہ حقہ اسلامیہ میں منسلک کر رکھا تھا۔ اُن کو ایک گونہ طاقت بخشی ہے۔ اس دفعہ جنوبی افریقہ سے ایک انگریز مسٹر رابرٹ کا خط موصول ہوا ہے۔ اُنھوں نے اپنے خط میں یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ اور اہل اسلام سے نہایت سخت محبّت رکھتے ہیں۔ اُن کے دل میں آرزو ہے۔ کہ اسلام جو فطرت انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے والا مذہب ہے۔ چاردانگ عالم میں جلد پھیل جائے۔ اور دنیا کے لوگوں میں سچی اخوّت اور امن و محبّت کے تعلقات قائم ہو جائیں۔ مراکو سے ایک افسر مسٹر ہیربٹ صاحب فرانسیسی کا خط ہمارے مکرم بھائی پروفیسر ہارون مصطفٰے الیون صاحب کے نام موصول ہوا ہے اور ایک خط راقم الحروف کے نام۔ پروفیسر صاحب کے نام کا خط فرانسیسی میں تھا۔ اوسکا ترجمہ

انشاء اللہ تعالےٰ اس پرچہ مسلم انڈیا میں شائع ہوگا۔ وہ پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ اُن کا نام عبدالرحمٰن صاحب ہے اُن کو بڑی خواہش ہے کہ مسجد ووکنگ کی زیارت کے لیئے آئیں۔ ایک بڑی مسرت بخش خبر جو انھوں نے تحریر فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ سینکڑوں فرانسیسی مراکو اور الجیریا میں مسلمان ہیں۔ لیکن درپردہ اور فرانس کے جنوبی حصہ میں تو مسلمانوں کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ رُوس میں تو نہائیت ہی اعلےٰ درجہ کی حالت ہے۔

مسلمانوں کے مفتی گورنمنٹ کی طرف سے اعلےٰ رتبوں پر مقرر ہیں۔ بڑی بڑی شاندار مساجد گورنمنٹ کے خرچ پر تعمیر ہوئی ہیں۔ رُوس۔ کے اماموں کے خطبے اور تقریریں اور تحریریں مسجد ووکنگ میں بذریعہ اخبار موصول ہوجاتی ہیں۔ بلجیم سے بھی ایک سپاہی کا خط آیا ہے کہ ہم لوگ اسلام اور اسلامی لٹریچر کو بڑے اشتیاق سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کو اللہ تعالےٰ نے اسلام کے لیئے بہت بابرکت کیا ہے۔ ملائکہ کی افواج میں ایک تموّج نظر آتا ہے۔ آسمانوں پر جب فیصلہ ہوجاتا ہے تو اہلِ زمین کے قلوب بھی اِس طرف متوجہ ہوجاتے ہیں اس وقت اہل اسلام کا فرض ہے کہ ہمت دجوانمردی سے اسلام کی تبلیغ میں لگ جائیں اور اپنے تئیں اہل بنائیں۔ کہ خدائیتعالےٰ کی نصرتوں کے جاذب ہوں۔ جب تک ہم اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کریں۔ جب تک ہم خود اعلےٰ درجہ کا تقوےٰ حاصل نہ کریں۔ جب تک ہم خود الوالعزمی نہ دکھائیں خدا تعالےٰ کی سنت نہیں کہ ہم کامیابی کے بلند میناروں پر پہنچ سکیں۔ وُہ جو اِس باریک ہلال میں چودھویں کا بدر منیر دیکھتے ہیں۔ وہ جن کو خدائیتعالےٰ نے دل دیا ہے۔

وہ جو خدائیتعالےٰ کی زبردست طاقتوں کے قایل ہیں۔ وہ جن کو یقین ہے۔ کہ خدائیتعالےٰ کے راستے میں ایک حبہ خرچ کرنے والے مالامال کردیئے جاتے ہیں۔ وہ اس وقت غفلت اور کاہلی سے کام نہ لیں۔ یہ وقت ہے کہ عالی حوصلگی سے کام لیا جاوے۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنے کلام سے اپنے قلم سے اور اپنے مال سے تھوڑا سا حصہ خرچ کردیں تاکہ برکات کا نزول اُن پر ہو +

اسلام میں روزوں کا حکم

[یہ وہ خطبہ ہے جو مولوی صدر الدین صاحب نے ۱۶- جولائی ۱۹۱۵ء کو لنڈن میں پڑھا]

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون o ایاما معدودت ...... شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر- یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر-

اے مومنو! تم کو روزوں کا حکم دیا جاتا ہے- جیسے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے دیا گیا- تاکہ تم متقی بنو- وہ گنتی کے دن ہیں .... رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کا نزول ہوا- لوگوں کے لیئے ہدایت اور ہدایت کے دلائل اور حق و باطل میں تفریق کرنے والا- پس جو کوئی تم میں سے اس ماہ میں گھر میں ہو تو چاہیئے کہ اس کے روزے رکھے- اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو اُسے چاہیئے- کہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی گنتی پوری کردے- اللہ تعالے تمہارے لیئے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا-

ان آیات سے ہمیں وہی بات معلوم ہوتی ہے- جو قرآن کریم کے ایک ایک لفظ سے ظاہر ہے- کہ مذہب اسلام اپنے ہر ایک حکم میں معقولیت کا رنگ رکھتا ہے- روزہ کا حکم اُن سب کے لیئے ہے- جو روزہ رکھ سکتے ہیں- لیکن جو لوگ بیمار ہوں یا سفر میں ہوں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ جب حالت سفر سے حالت حضر میں آجائیں یا بیماری کی حالت سے نکلکر تندرست ہو جائیں تو پھر اس قدر دنوں کے روزے پورے کرلیں جتنے رمضان کے مہینے میں کم رکھے گئے ہیں- رمضان کا روزہ محض اسی قدر نہیں- کہ انسان صبح سے لے کر شام تک کھانے اور پینے سے پرہیز کرے- بلکہ ہر ایک قسم کے بیہودہ ہنسی مخول- لغو گفتگو اور شہوانی خواہشات

سے رکنا ضروری ہے۔

قرآن کریم کے کل کے کل احکام میں کسی عبادت کا پورا کرنا یا رسم کا بجا لانا مقصود نہیں ہوتا۔ یہی حال رمضان کا ہے۔ روزے رکھنے کی اصل غرض محض اس قدر نہیں کہ انسان اللہ تعالےٰ کے ایک حکم کی تعمیل کر کے اُسے خوش کردے۔ بلکہ اصل غرض اور حقیقی مقصود یہ ہے کہ روزے رکھنے سے اسے خود بھی فائدہ پہنچے۔ اس کی اپنی بھی تہذیب نفس ہو۔ اور بنی نوع انسان کے لیئے بھی اس کا وجود مفید ہو۔ ہم اپنے آپ کو اذیت دے کر اللہ تعالےٰ کو خوش نہیں کرسکتے۔ درحقیقت اسلام اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا۔ کہ انسان اپنے آپ کو ہلاک کرے۔ جیسا کہ اس کی پاک کتاب قرآن کریم سے اور احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں۔ اور ہر ایک مسلمان اس بات سے واقف نہیں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے راہبانہ زندگی کے اصول کو جڑ سے کاٹ دیا ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد کس کو معلوم نہیں کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام یعنی اسلام میں کوئی رھبانیت نہیں ہے۔ ہاں اس کے بالمقابل ہم کو یہ حکم ہے کہ ہم ایسی زندگی بسر کریں جو ایک پابندی کی زندگی ہو اور جس میں ہم کو یہ تربیت حاصل ہو کہ اپنی خواہشات پر انسان کس طرح قابو پا سکتا ہے۔ اور کس طرح اپنی آسائیشوں کو ترک کرنا سیکھ سکتا ہے۔ روزوں کے حکم کا حقیقی مقصود بھی یہی ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو ایک ضابطہ کا پابند کرنا سیکھیں۔ صرف انہی چیزوں پر گذارہ کریں جو جائز طور پر ہماری ہیں دوسروں کے احوال اور حقوق کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچائیں۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بھی سیکھیں کہ کس طرح انسان ایک وقت اپنی جائز خواہشات کو بھی ایک ضرورت کے لیئے ترک کرسکتا ہے۔ اور اُن کو ترک کر کے دوسروں کو مدد دے سکتا ہے۔

قواعد صحت کے نقطۂ خیال سے روزے رکھنا بعض وقت صحت انسانی کے لیئے مفید ہوتا ہے۔ علم طب نے اب اس بات کو یقینی اور قطعی طور پر ثابت کردیا ہے۔ کہ بیماری زیادہ تر اس انسان پر حملہ آور ہوتی ہے جو بسیار خور ہو یا شراب نوشی کرتا ہو۔ اور وہ شخص نسبتاً بیماری کے حملہ سے محفوظ رہتا ہے۔ جو اپنی عادات میں محتاط اور اصول پرہیز پر عامل ہو۔ اور اس قسم کے انسان پر اگر بیماری حملہ آور بھی ہو تو وہ اس کے حملہ کا دفعیہ نسبتاً آسانی سے کرسکتا ہے۔

بسیار خوری کی عادات عمر کو کم کرتی اور صحت کو برباد کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس قسم کی عادات انسان کی شہوانی خواہشات کی محرک ہیں اور اس طرح پر ان کے ساتھ اور ہزاروں قسم کی بدیاں آجاتی ہیں۔ آج انگلستان کے اخبارات اس قسم کے فقرات سے بھرے پڑے ہیں۔ جیسے جنگ کے بچے (یعنی ان سپاہیوں کی ناجائز اولاد جو جنگ کے لیئے جارہے ہیں)۔ بے نکاحی بیبیاں۔ بن شادی شدہ مائیں۔ یہ حالت ملک کے مردوں اور عورتوں کے لیئے یکساں شرمناک ہے۔ اور قوم کی عزت پر ایک خطرناک دھبہ ہے۔

مگر لوگ کہدیتے ہیں یہ جنگ کی وجہ سے ہے۔ اور اس بات کا نتیجہ ہے کہ ملک میں جنگ کے خیالات غالب ہیں۔ یہ بیان گو ایک حد تک ماننے کے قابل مگر ان بدیوں کی کافی تشریح نہیں کرتا جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ جنگ کے اختیار کرنے کا یا حالت جنگ میں ہونیکا لازمی نتیجہ یہ نہیں کہ گندی شہوات کو اکسائے اور شہوانی خیالات کو اُبھارے۔ جب خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی افواج نے شام کے ملک کو فتح کیا۔ تو ان بہادر مسلمان سپاہیوں میں سے جنھوں نے فتح حاصل کی۔ ایک کے خلاف بھی یہ الزام نہ لگایا جاسکتا تھا۔ کہ اس نے زنا بالجبر کا ارتکاب کیا ہو یا اور کسی امر فاحش کا مرتکب ہُوا ہو۔ اس صوبہ کے مسخر ہو جانے کے بعد مفتوحہ علاقہ کے باشندوں نے مسلم افواج کے کمانڈنگ افسر سے یہ درخواست کی کہ وہ فوجوں کو ایک جلوس کے رنگ میں دمشق کے بازاروں میں سے لے جائے۔ اور اُس نے ان کی درخواست منظور کرلی۔ جس دن یہ عظیم الشان جلوس نکلا رستہ پر جس قدر مکانات تھے اُن سب کی کھڑکیاں اور چھتیں اور سارے کے سارے بازار تماشائیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ جن میں زیادہ تر شام کی حسینان مہ پارہ تھیں۔ جنھوں نے ہر ایک قسم کی زیب و زینت سے اپنے قدرتی حسن کو دوبالا کر رکھا تھا خلیفہ کے بہادر سپاہی بازاروں میں سے گذر گئے۔ ان کی چال جنگی چال تھی۔ اُن کی طرز رفتار شریفانہ تھی۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اُنھوں نے اپنے حیا اور عفت کا وہ قابل قدر نمونہ دکھایا جس کی نظیر دُنیا کی کسی فاتح فوج میں آج تک نہیں دیکھی گئی۔ ان کی نظریں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ اور ایک لمحہ کے لیئے بھی اُنھوں نے ان حسن کی پتلیوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ جو ان کے دونوں طرف دلکشی کے سارے سامانوں سمیت جمع تھیں۔ ان نیک

اور بہادر مسلم سپاہیوں میں سے ایک کے ذمہ بھی یہ الزام نہیں آیا۔ کہ اُنھوں نے اپنی عفت کو ترک کیا ہو اور کسی حرکت بیجا کے مرتکب ہوئے ہوں۔ اور جنگ کے آخر میں مسلمان کمانڈر اپنے سپاہیوں کو بدیں الفاظ سے مخاطب کرنے کے قابل تھا۔ کہ اے سچے مومنو اللہ کے فضل سے تم نے صرف ملک شام کو فتح کر کے ہی ایک عظیم الشان فتح نہیں کی۔ بلکہ اس سے بہت بڑھ کر عظیم الشان وہ فتح ہے جو تم نے اپنے نفسوں اور اپنی خواہشات پر حاصل کی ہے۔

یہ روزہ ہی ہے۔ جو انسان کے اندر یہ طاقت پیدا کرتا ہے۔ کہ وُہ اپنی خواہشات کو اپنے قابو میں رکھ سکے۔ اور اس عادت کو انسان کے اندر پختہ کر دیتا ہے۔ تمام دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ میں ہمارے لیئے کامل نمونہ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک اور بے لوث زندگی ہے جنھوں نے کبھی کسی دوسرے کو ایسا حکم نہیں دیا جس کو پہلے خود کر کے نہیں دکھا دیا۔ ہاں ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ تنہائی کے اوقات میں اپنے اوپر وہی سوال کرے جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا افلا اکون عبدا لشکورا۔ کیا ہر ایک شخص کو نہیں چاہیئے۔ کہ وہ ان نعمتوں کی قدردانی کرے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اسے دی ہیں۔ ہر ایک مسلمان کو اخلاق اور قوانین اخلاق کا ایک بہادر سپاہی ہونا چاہیئے۔ پہلے مُسلمانوں کی کامیابی کا اصلی راز صرف یہی تھا۔ کہ وہ پاک اور بے لوث زندگیاں بسر کرتے تھے۔ اور ان میں کا ایک ایک فرد ہر وقت اور ہر آن ہر ایک ضرورت کے لیئے اپنی جان دینے کو تیار تھا۔ اور ہر ایک کام کے لیئے جو اسے دیا جائے مستعد رہتا تھا۔

پھر روزوں سے انسان کو اپنے ان غریب بھائیوں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ جن کا روزہ مجبوری کا روزہ ہوتا ہے یعنی جنکو کھانے کو نہ ملنے کے وقت فاقہ کشی کرنی پڑتی ہے اور اس طرح یہ روزوں کے رکھنے سے انسان دوسروں کی مصیبت میں ہمدردی کرنیکا عملی سبق سیکھتا ہے۔ اور برادرانہ فیاضی کی رُوح اُس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتی ہیں۔ کہ وہ سب انسانوں کا سردار مینہہ کی جھڑی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھا۔ اور تیز ہوا سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ دوسروں کی مدد کرتا تھا۔ اور پھر آپ کے متعلق یہ بھی مذکور ہے کان اجود الناس وکان اجود ما یکون فی رمضان یعنی آپ ہمیشہ سخاوت میں تمام لوگوں پر فوقیت لیجاتے تھے۔ مگر آپ کی سخاوت رمضان

میں بہت ہی بڑھ جاتی تھی۔

احادیث نبوی میں سے کچھ

(تنقید: یحییٰ النصر پارکنسن)

اس نام کی ایک چھوٹی سی کتاب جو مسجد ووکنگ کے مشن نے شائع کی ہے۔ اور جس میں ایک مختصر تمہیدی نوٹ خواجہ کمال الدین صاحب کی قلم سے ہے ابھی مجھے ملی ہے۔ غالباً ہمارے نکتہ چین کم از کم اس کتاب کے متعلق یہ کہنے کی جرأت نہ کریں گے۔ کہ یہ حقیقی اسلام نہیں۔ بلکہ کچھ اور چیز ہے۔ جس کا نام وہ ہندوستان کی خیالی عمارتیں رکھتے ہیں یہ تو مادیت ہے اور نہ خیالی عمارت ہے۔ بلکہ عملی نصائح ہیں جو انسان کے روزمرہ زندگی میں کام دینے والے ہیں۔ اور جن کو سو مختلف عنوانوں کے نیچے مولف کتاب نے دیا ہے چند عنوانوں کے نام بطور مثال یہاں دیتا ہوں۔ اسلام۔ نیات ہمدردی۔ فیاضی۔ آداب عورتیں۔ موت۔ رہبانیۃ۔ نرمی۔ اس کتاب کی غرض وہی ہے۔ جو تمہید میں بیان کردی گئی ہے "ان اوراق کے مطالعہ سے اسلام کے اس حقیقی مفسر کے دلی خیالات تک انسان پہونچ سکتا ہے جس کی اطاعت کا جوا کروڑوں گردنوں پر ہے جو دنیا کے مختلف اطراف میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان نصائح کے پڑھنے سے یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں آنیکا ایک مقصد یہ تھا۔ کہ مذہب ہمارے لیئے برائے نام عقاید کا نام نہ ہو بلکہ ہماری عملی زندگی خود اس مذہب کا نقشہ پیش کرے۔"

اب ہر ایک تحریر کا کچھ نہ کچھ مقصد ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک قول کا بھی کچھ نہ کچھ مقصد ہوتا ہے۔ ہاں اس زمانہ میں کوئی شخص یوں بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ آج ہر ایک تحریر یا تقریر کا مقصد صرف روپیہ کمانا ہے۔ مگر میں کہوں گا۔ کہ ہر ایک تحریر اور قول کی کچھ قدر و قیمت ہوتی ہے۔ اس قدر و قیمت کا اندازہ ہمیں کس طرح کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب مشکل نہیں۔ اصل قدر و قیمت ہر تحریر و تقریر کی اس کا اخلاقی اثر ہے۔ یعنی وہ نیک اثر جو یہ پڑھنے والوں پر پیدا کرے۔

اس کی ویریا قیمت اس کے اخلاقی اثر کا اندازہ اس بات سے ہوگا۔ کہ پڑھنے والے کی طبیعت میں اس نے کیا تبدیلی پیدا کی۔ کس قدر اس کے خیالات اور جذبات کو بلند کیا۔ کس قدر ان میں وسعت پیدا کی۔ کس قدر اس کے اخلاق کو کریمانہ بنایا۔ اور کس قدر نسل انسانی کی حقیقی رہنمائی میں یہ کام دے گی۔ یہ اقوال جو اس چھوٹی سی کتاب میں جمع کئے گئے ہیں۔ نہ صرف اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ بلکہ اس معیار کے لیئے اصول اور رہنما کا کام دیتے ہیں۔ یہ اقوال جیسا کہ تمہید میں لکھا ہے کسی ایک قوم یا دُنیا کی تاریخ میں ایک زمانہ کے لیئے نہیں ہیں۔ بلکہ یکساں طور پر ساری نسل انسانی اور سارے زمانوں پر حاوی ہیں۔" اس کا اندازہ ہم یوں کرتے ہیں کہ ان خاص معاملات میں جہاں اسلام پر نکتہ چینی کرنے والے اسے ناحق قرار دیتے ہیں۔ اس بات کو تو بہت لوگ قبول کرنے کے لیئے تیار ہیں۔ کہ اسلام سخاوت پرہیزگاری اور پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر بہت کم ہیں۔ جو اس بات کو قبول کریں گے۔ کہ اسلام ہر قسم کے علوم کا مددگار رہے۔ اور حصول علم کے لیئے انسان کو توجہ دلاتا ہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں طلب العلم فریضۃ علےٰ کل مسلم و مسلمۃ. علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔ اب دیکھو اس پاک ہدایت کی مدد سے علم کا حاصل کرنا علمی معلومات کا جمع کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ خواہ اس علم کے حاصل کرنیکے ذرائع کتنا ہی دور کیوں نہ ہوں۔ اور کتنی ہی مشکلات ان تک پہنچنے میں کیوں نہ ہوں۔ یہ گوہر علمی کیا نایاب۔

"جو علم کے حاصل کرنے میں اپنے آپ کو لگا دیتا ہے وُہ مرتا نہیں"

اِن مختصر الفاظ میں بلند ترین انسانی خیال کا اظہار ہے۔ جس پر نوع بشر کا کلی مدار ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی فلسفہ کی تعلیم دینے نہ آئے تھے۔ مگر اسی ایک ہی قول پر اعلےٰ سے اعلےٰ علم فلسفہ کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے کیسی فلسفہ کی جان اور کیسا پاکیزہ خیال ہے۔ کہ علم مرتا نہیں۔ اور نہ ہی علم کے حاصل کرنے والے پر موت آتی ہے۔ ہر وہ شخص جسکا مقصد حصول علم ہے اس پر موت وارد نہیں ہوتی۔ وہ انسانوں کے دلوں میں اور ان کے خیالات میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہتا ہے۔ وہ اپنے خیالات کے ذریعہ سے زندہ رہتا ہے اور جو نمونہ

وُہ دوسرے لوگوں کے لیئے پیش کرتا ہے وہ اس کے بقا کا موجب ہوتا ہے۔ غرض اگر اس نے ہمیشہ کے لیئے رہنے والے اغراض اور مقاصد کو انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ تو اُس کی زندگی بھی ان اغراض اور مقاصد کے زندگی کی طرح ختم نہیں ہوتی۔

عملی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ موجودہ زمانہ ماضی کا تسلسل ہے۔ جہاں موجودہ نسل نے اپنے پچھلے بزرگوں سے جسمانی شکل اور صورت لی ہے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ احساسات بھی لیئے ہیں۔ جن میں سے کچھ کمزور بھی ہوتے ہیں اور کچھ مضبوط بھی۔ ان میں جو کچھ بھی مشابہت یا عدم مشابہت ہو۔ ایک بات میں وہ سب یکساں ہیں کہ اخلاق کے بنانے میں وہ ضرور حصّہ لیتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی ہر پچھلی نسل اپنے سے پہلی نسل کے ذہنی ترقیات عادات رواجات عقائد خیالات کو بھی لیتی ہے۔ اپنے والدین سے۔ رفقا سے۔ کتابوں اور تحریروں سے ہم بذریعہ روایات گذشتہ نسل کے جواب موجود نہیں تجربات کو حاصل کرتے ہیں۔ پس ان تجربات اور خیالات میں وہ ہمارے لیئے زندہ ہیں۔ وہ ہم سے باتیں کرتے اور ہم کو تعلیم دیتے ہیں۔ علم کے عظیم الشان محل کی تیاری میں جو بنیادیں اُنھوں نے چھوڑی ہیں۔ اُنھی پر ہم بھی کچھ عمارت بناتے ہیں۔ اور اس طرح پر نسل انسانی کی مجموعی کوششوں سے یہ محل تیار ہوتا چلا جاتا ہے تمام لوگوں تمام نسلوں تمام قوموں نے علم کے مجموعہ کے تیار کرنے میں کچھ نہ کچھ حصّہ لیا ہے انھوں نے اپنی جدوجہد سے اپنی کوشش سے اپنی محنت سے مشقّت اُٹھا کر نسلاً بعد نسل صبح سے لیکر دوپہر کی گرمی تک کام کیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حقیقی طور پر باقی رہنے والی چیز۔ یعنی وہ چیز جس پر موت نہیں آتی صداقت ہے۔ صداقت ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ اور کبھی مرتی نہیں۔ ہاں جو ہماری یا دُوسروں کی غلطیاں ہیں۔ وہ جُوں جُوں نسل انسانی علم اور تجربہ میں ترقی کرے گی۔ نابود ہوتی چلی جائیں گی۔ پھر حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"عالم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ پاک ہے"

ایسا ہی آپ نے فرمایا: "علم حاصل کرو۔ کیونکہ علم والا اس قابل ہوتا ہے۔ کہ حق و باطل میں تمیز کر سکے۔ یہ وہ نور ہے جس سے اخروی زندگی کا راستہ روشن ہوتا ہے۔ یہ جنگل میں ہمارا دوست۔ تنہائی میں ہمارا رفیق اور بے یار و مددگار ہونے کی حالت میں ہمارا یار و مددگار ہوتا ہے

یہ ہمیں راحت تک پہنچاتا ہے۔ اور مصیبت کے وقت ہمارے لیئے سہارا ہوتا ہے۔ یہ دوستوں میں ایک زینت ہے اور دشمنوں کے مقابلہ پر ہتھیار ہے۔"

یہ علوم اس بیابان عرب کے رہنے والے اُمیّ کو کس نے سکھائے۔ اس کا کوئی معلّم نہیں وہ لوگوں کے پاس نہیں بیٹھا۔ بلکہ ایک غار کی تاریکی میں یہ علوم اس پر روشن ہوتے ہیں یہ درحقیقت خدا کی آواز تھی جس نے اُس کے اندر بول کر یہ پاک علوم اسے سکھائے۔ پھر آپ نے فرمایا: "لوگوں سے ان کی عقل کے اندازہ کے مطابق بات کرو"

اس قاعدہ کے آپ خود بھی پابند تھے۔ آپ قدرت کے معمولی نظاروں کی طرف توجہ دلا کر اس بیابان کے رہنے والوں کے دلوں پر بات کو بٹھا دیتے تھے۔ اور بڑے بڑے فلسفیوں کے لیئے بھی آپ کے کلام میں رموز ہیں۔ مگر ان لوگوں کے لیئے جنھوں نے صرف قدرت کے تھوڑے سے نظارے دیکھے ہوئے تھے۔ ان کے لیئے ان نظاروں میں بھی کافی سبق تھا آسمان اور زمین کی مخلوق میں بڑے بڑے اجرام سماوی اور چھوٹے چھوٹے ریت کے ذرّوں ہیں۔ نباتات اور حیوانات ہیں۔ رات اور دن کے تغیر ہیں۔ بادلوں کے آنے اور مینہ کے برسنے میں اس سے زمین پر روئیدگی کے پیدا ہونے ہیں۔ غرضکہ قدرت معمولی سے معمولی فعل میں آپ نے ان لوگوں کو خالق حقیقی کی جھلک دکھائی۔ اور ایسی جھلک دکھائی۔ کہ اس پاک چہرہ کا اُن کو عاشق بنا کر اپنے آپ کو بھلوا دیا۔ اور اُن کا قدم اس ترقی کے شاہراہ پر ڈال دیا۔ کہ جس پر چل کر وہ آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔

۱۔ ام الالسنہ المعروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان۔ قیمت صرف ۱۲ر

۲۔ براہین نیرہ۔ (حصہ اوّل) المعروف بہ۔ زندہ و کامل الہام۔ قیمت صرف ۱۰ر

۳۔ اسوہ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی قیمت صرف ۴ر

(ہر سہ کتب چھپ کر بالکل فروخت کے لئے تیار ہیں)

مینیجر

ووکنگ میں بشپ صاحب ونچسٹر کی آمد

اور

اُن کے خیالات ہمارے متعلق

(ماخوذ از اسلامک ریویو۔ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۴ء)

ہم اس سے تو خوش ہیں کہ ہمارے اتوار کے لکچر* جو مسجد ووکنگ میں ہؤا کرتے ہیں۔ بہت ہی جلد کلیسا کے معزز سے معزز ارکین کو ہماری طرف متوجہ کرنے لگے۔ بہت سے پادری صاحبان ووکنگ میں آئے۔ اور اپنی تقریروں میں اُنھوں نے ہمارے کام کی طرف اشارہ کیا۔ ابھی دو ہفتے ہوئے کہ بٹالہ مشن کے مشہور پنشن یافتہ پادری ڈاکٹر وائٹ بریخت نے ووکنگ کرسچن مشن سوسائیٹی کے سالانہ جلسہ پر تقریر کرتے ہوئے ہماری تحریک کے متعلق ذیل کے الفاظ کہے:۔ "یہ تحریک ایسی نہیں کہ اس کے مقابل جنگ نہ کیا جاوے۔ کیونکہ اس سے خلق خدا کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ نہ نسل انسان کی اس سے یعنی اسلام سے کوئی بہتری ہو سکتی ہے"

ہم خوب سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر وائٹ بریخت ان لفظوں میں کیا اشارہ کر گیا ہے۔ اور کس طرح وہ اپنے سامعین کو ہمارے برخلاف اشتعال دے گیا ہے۔ یہہ امر شاید اُس کے عیسائی متواضع طبیعت کے مناسب حال بھی تھا۔ وہ ہندوستان سے ہی ہمارا واقف تھا۔ اُسے مناسب ہی تھا کہ ہم جو اُس کے وطن مادری میں بطور مہمان وارد تھے۔ تو وہ اسی طرح حق مہمان نوازی

*نوٹ:۔ یہ لکچر ماہ نومبر ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئے۔ اور ماہ مارچ میں متامی پادریوں نے ہمارے مقابل اپنی کوشش شروع کردی۔ اسی کوشش کی ماتحت مختلف لیکچر اور تقریریں ووکنگ میں اسلام کے متعلق ہوئیں۔ جن میں سے ایک یہہ تقریر بھی تھی جن کی بنا پر یہ مضمون لکھا گیا۔

ایڈیٹر

ادا کرے سچی اخلاق کا ثبوت دیتا۔ خیر اس سے تو جو بن سکا اس نے کیا۔ لیکن دوسری طرف ہم بشپ صاحب دیکسٹر کے از حد ممنون ہیں کہ انھوں نے اپنی تقریر میں نہایت ہی مشفقانہ الفاظ میں ہمارا ذکر کیا۔ اور ساتھ ہی اپنے سامعین کو تاکید کردی کہ وہ ہمارے ساتھ ملاطفت اور حسن سلوک سے پیش آویں۔ یہاں ہم ووکنگ ہرلڈ ایک مقامی اخبار سے ذیل کا اقتباس مندرجہ ۲۰ مارچ نقل کرتے ہیں جس میں بشپ صاحب کے ذیل کے الفاظ نقل ہوئے ہیں :-

" پچھلی دفعہ جب میں ووکنگ میں آیا تھا۔ تو اس کے بعد میں نے سنا ہے کہ یہاں ایک اسلامی تحریک شروع ہوگئی ہے۔ ایک عیسائی کے لیئے در اصل یہ ایک مشکل سوال ہے۔ کہ اس تحریک پر وہ کیا غور کرے۔ لیکن میں تم کو کہتا ہوں کہ تم اس کا اچھا پہلو لو۔ تم حسن سلوک اور نرمی سے ان کے ساتھ پیش آؤ۔ یہ تو یقینی بات ہے۔ کہ تم اس تحریک کو بطور مذہب قبول نہ کروگے۔ ہاں یہ تحریک تمہیں خود اپنا مذہب سمجھنے میں مدد دیں گی۔ خدا نہ کرے۔ کہ میں یہ کہوں کہ ان مسلمانوں میں کوئی خیر و خوبی نہیں۔ میں اکثر خیال کرتا ہوں کہ نماز کے معاملے میں تو یہ مسلمان عیسائیوں کے لیئے ایک عمدہ مثال ہیں۔ لیکن ان کا مذہب تو ایسا نہیں کہ جس کو تم قبول کرسکتے ہو۔ کیونکہ تم تو یہ یقین ہی نہیں کرسکتے۔ کہ خدا تعالےٰ مسیح جیسا نجات دھندہ کوئی اور انسان بھی بھیج سکتا ہے۔ میں اس موقع پر تمہیں یہ کہتا ہوں۔ کہ تم اپنے مذہب کو زیادہ شوق سے اور شکر گذاری کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرو۔ جس طرح بائبل نے خدا تعالےٰ کو ایک فضل کا خزانہ ظاہر کیا ہے۔ اس طرح مسلمان تو خدا کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے۔ تمکو مسیحی زندگی اختیار کرنی چاہیئے اور اس زندگی (یعنی مسیح) کی پیروی کرنی چاہیئے۔ جو کل دنیا کے لیئے کامل نمونہ ہے "

ہم بشپ صاحب کے مشکور ہیں۔ کاش اس حسن سلوک اور مروت کا وعظ بشپ صاحبان پادریوں کو سناتے جو مشرق میں مسیح کی منادی کر رہے ہیں۔ ممکن تھا۔ کہ اس سے وہاں عیسائی مذہب کو فائدہ پہونچتا۔ اور مشن ایسا ناکام ثابت نہ ہوتا۔ جیسا یہ مشرق میں ثابت ہوا۔ اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جیسا کہ مسیح نے فرمایا۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں۔ کہ ہمارا تجربہ عیسائیت کے بہترین پہلوؤں کے متعلق بہت ہی تلخ کام واقع ہوا ہے۔ یوں تو ہر ایک شخص اپنے مذہب

کی خوبیاں گن سکتا ہے۔ لیکن خالی الفاظ کوئی وزن نہیں رکھتے۔ جب تک الفاظ عمل کا لباس نہ پہنیں ہمنے بہت کچھ مسیحی نیک دلی نرم مزاجی اور انکساری کے متعلق سنا لیکن ہم بشپ صاحب کو اور اپنے دیگر ناظرین رسالہ کو ان تصانیف کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو وقتاً فوقتاً پادری صاحبان نے ھندوستان میں شائع کیں اور جن میں ہمارے ہادی و پیشوا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو سب پاکوں کا سردار ہے بڑے بڑے ناپاک اتہام لگاتے ہیں۔ ان تلخکام تجارب کے مقابل بشپ صاحب وچسٹر کا یہ وعظ ہم کو کیسا ہی خوش کن معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل ووکنگ ہم سے حسن سلوک اور محبت سے پیش آئیں۔

بشپ صاحب نے جو باتیں اسلام کے متعلق فرمائیں وہ بھی دلچسپی سے خالی نہ تھیں۔ یہ تو مانا کہ وقت کی تنگی اُنھیں اختصار پر مجبور کرتی تھی۔ لیکن جو کچھ اُنھوں نے کہا اُسکا ثبوت کچھ تو دیا ہوتا۔ بشپ صاحب کے بیان میں ذیل کی چار باتیں ہیں :۔

(۱) عیسائی اسلام کو قبول کر سکتے ہی نہیں کیونکہ یہ ہو سکتا ہی نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کسی اور کو بھی مسیح جیسا نسل انسان کا نجات دھندہ بنا کر بھیج سکے :

(۲) ممکن نہیں کہ مسلمان بھی خدا تعالےٰ کو بائبل کی طرح فضل کا خزانہ کہہ سکیں :

(۳) اہل ووکنگ کو اُس زندگی (مسیحؑ) کی پیروی کرنی چاہیئے۔ جو کل دُنیا کے لیئے کامل نمونہ ہے

(۴) مذہب اسلام مسیحی صداقتوں کے سمجھنے کے لیئے اہل ووکنگ کو مدد دیگا :

بشپ صاحب دراصل ووکنگ میں رسم کنفرمیشن* کو ادا کرنے آئے تھے۔ اُن کے سامنے نو عمر بچوں کی ایک تعداد تھی۔ وہ عیسائی مذہب کے متعلق جو دعوے بے دلیل چاہتے پیش کر دیتے۔ لیکن اسلام پر کچھ بولتے ہوئے اُن کو بے ثبوت باتیں کرنے کی جرأت نہ کرنی چاہیئے تھی۔ اس سرسری بیان میں بشپ صاحب نے جو چار باتیں بیان کی ہیں۔ اُن میں سے پہلی بات میں آپ نے دو محالات کا ذکر کیا ہے۔ ایک انسان کے متعلق اور ایک خدا کے متعلق

---

* بچے کی پیدائش پر اُس کا ایک دھرم باپ اور دھرم ماں تجویز ہوتا ہے۔ اور بچے کی طرف سے اقرار مسیحیت ان سے لیا جاتا ہے۔ جب بچہ سن بلوغت کے قریب آتا ہے۔ تو بذات خود اس اقرار کی تصدیق پھر اُس سے کرائی جاتی ہے۔ اس رسم کا نام کنفرمیشن ہے : ایڈیٹر

یعنی عیسائی مسلمان نہیں ہو سکتے اور خدا مسیح جیسا انسان پیدا نہیں کر سکتا۔

یہ امر کہ عیسائی مسلمان نہیں ہو سکتے۔ نہ معلوم یہ کیوں ناممکن ہے۔ ہم تو عیسائی دنیا کو معقول پسند دنیا سمجھتے ہیں۔ مذہب اور اُس کی تبدیلی تو صرف رائے کا معاملہ ہے۔ پھر وہ کونسے جسمانی یا اخلاقی یا قانونی محالات ہیں جو تبدیلیٔ رائے میں جس پر تبدیلی مذہب بھی منحصر ہے کسی معقول انسان کے سامنے حائل ہو سکتے ہیں۔ البتہ اگر کسی نے مذہبی معاملات میں کبھی سوچا ہی نہ ہو اور جو کسی اور نے مذہب کے متعلق کہدیا اُسے بلا تامل قبول کر لیا تو یہ امر دیگر ہے لیکن اگر مغربی قومیں اس وقت انسانی خیالات اور آرٹ کی ہر ایک شاخ میں آزادی کی قائل ہیں اور یورپ میں یہ بیداری بھی پیدا ہو چلی ہے کہ مذہب کو اور عقائد مذہب کو معیار عقل پر رکھا جائے تو ہمارے نزدیک اسلام کے لیئے بہترین مواقع ہیں کہ وہ یورپ کے مذہبی خیالات پر حکمرانی کرے۔ کیونکہ اسلام اپنی صداقتوں کو تسلیم کرانے میں عقل و دانش کا خون نہیں کرتا۔ اگر باریک نگاہ سے دیکھا جائے تو یورپ خود بخود اسلام کی طرف آ رہا ہے۔ رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ اُنھیں اصولوں کو دریافت کر رہا ہے۔ جو اسلام نے وضع کیئے ہیں۔ مغربی دنیا بہت سے اصول اسلامی بلا علم و ارادہ آہستہ آہستہ قبول کر رہی ہے۔ اہل یورپ اُنھیں جھنڈوں تلے چل رہے ہیں۔ جو اسلام کو جا رہے ہیں۔ یورپین دل و دماغ جو سوچتا ہے وہ بہتر صورت میں اسلام ہی اسلام ہے۔ یہ تو دراصل اب وقت کا سوال آ رہا ہے۔ کہ کب مقامی تعصبات مٹیں اور اختیار کردہ باتوں کے متعلق یہ امر دریافت ہو جائے۔ کہ اُن میں سے اکثر اسلامی ہیں۔

بشپ صاحب کا دوسرا امر محال یہ ہے کہ خدا مسیح جیسا انسان پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ منطق بھی انوکھی منطق ہے۔ جو ہمارے فہم سے بالا ہے۔ خدا تو ایسا کمزور اور ناطاقت نہیں کہ ایک اور مسیح نہ پیدا کر سکے نہ بھیج سکے۔ کیا خدا قدیر اور علیم نہیں۔ آخر مسیح کیا تھا۔ یہی چند عناصر اور ذرات عالم کا مجموعہ جنھوں نے کیمیائی ترکیب پا کر خدا کی رُوح قبول کر لی اور ابن مریم کی شکل میں ظہور کیا۔ عیسائی صاحبان غالباً مادے کو فانی تو نہ سمجھتے ہونگے۔ ابھی وہ ذرات تو ضرور کائنات میں موجود ہونگے جن کو ایک خاص ترکیب دے کر خدا تعالیٰ نے مسیح پیدا کر دیا تھا۔ خدا کو یہ بھی علم ہوگا۔ کہ وہ ذرات کہاں ہیں۔ اور خدا کو یہ بھی طاقت ہے

کہ اُن ذرات کو پھر ہو بہو وہی ترکیب دیدے۔ اگر ذرات کی خاص ترکیب میں خدا تعالےٰ نے ایک دفعہ رُوح پھُونک دی تو وُہ اب بھی پھُونک سکتا ہے۔ بشپ صاحب تعطل صفات باری کے بھی قائل نہونگے۔ اگر خداوند ابدی اور ازلی خدا ہے تو اُس کے صفات بھی ابدی اور ازلی ہونگے جو دو ہزار برس ہوئے وُہ کر سکتا تھا۔ وہ اب بھی کر سکتا ہے۔ ہمنے تو بائبل میں یہ بھی پڑھا ہے کہ خدا پتھروں میں سے انسان کو پیدا کر سکتا ہے۔ اگر عیسائی خدا تعالےٰ کو ایسا ہی قادر مطلق خدا سمجھتے ہیں تو فاضل بشپ کا یہ فقرہ ہمیں سمجھ نہیں آتا۔ کہ خدا تعالےٰ پھر مسیح جیسا نجات دھندہ انسان تو پیدا کر سکتا ہی نہیں۔

لیکن شاید یہ کہا جائے کہ مذہبی امور میں ایسی عقلیہ بحثوں اور منطقیہ تنازعات کو دخل نہیں دینا چاہیئے۔ بہرحال ایک اور بھی سوال ہمیں اکثر تنگ کیا کرتا ہے۔ کہ مسیح کس طرح کل کی کل نسل انسانی کا نجات دھندہ ہو سکتا ہے۔ دو ہزار برس سے کچھ کم عرصہ ہوا۔ جب وہ دُنیا میں تشریف لائے۔ یہ نئی بشارت اُن کے ساتھ آئی۔ جب پُرانا آدم مرگیا اور نیا آدم پیدا ہوا اور اس طرح دنیا کی نجات ہوئی۔ دُنیا مسیح کے خون کے ذریعہ فضل سے بھرپور ہوگئی۔ لیکن عیسائی عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ مسیحی خون کی فضل سے وہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ جس کا مسیح پر ایمان ہو۔ نجات کے لیئے ایمان شرط ہے۔ لیکن مسیح کی پیدائش سے پہلے بھی (بقول عیسائیاں) چار ہزار برس سے دنیا قائم تھی۔ کروڑھا انسان ایسے فوت ہوگئے۔ جن میں ابھی پُرانا آدم تھا۔ وہ مسیح کے نام سے آشنا بھی نہوئے۔ اگر مسیح کل نسل آدم کا نجات دھندہ تھا۔ اور نجات دراصل شریعت کی نجات سے تھی۔ تو پھر اس سے پہلے کیوں کروڑہا مخلوق پر شریعت کا بوجھ ڈالا گیا۔ پھر اُس کے پیدا ہونے پر بھی اب تک ارب کھرب انسان اُس سے ناواقف رہے۔ اب بھی کروڑھا انسان اُس کے نام سے ناواقف ہیں۔ اگر کسی کی نجات کے لیئے ضروری ہے۔ کہ خون مسیح کے فضل پر انسان کا ایمان ہو تو پھر ان ارب در ارب اور کھرب در کھرب انسانوں کی نجات کیسی ہو سکتی ہے جب اُنھوں نے مسیح کا نام تک ہی نہیں سُنا تو پھر وُہ ایمان کس پر لاتے۔ اگر نجات ہماری اُسوقت ہو سکتی ہے۔ جب پہلا آدم ہمارے اندر سے مر جاوے۔ اور ایسا ہونا اس وقت ممکن ہے کہ جب ہم مسیح کی الوہیت اور اُس کے کفارہ پر ایمان لاویں۔ اور یہ ایمان مسیح سے واقف ہونے پر

حصر رکھتا ہے۔ لہذا ایک لاتعداد مخلوق نسل انسانی میں ایسی پائی جاتی ہے۔ جن کے اندر نیا آدم پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ نجات نہیں پا سکتے۔ پھر یہ تو محالات عقلیہ سے ہے۔ کہ مسیح کو کل نسل انسانی کا نجات دھندہ قرار دیا جاوے۔ کیا ان امور پر غور کرنے کے بعد بھی ہمارے بشپ صاحب و بخشنر دنیا کو یہ تبلیغ کریں گے۔ کہ مسیح کل نسل انسانی کا نجات دھندہ تھا۔
بشپ صاحب کے باقی تین امور پر ہم کبھی پھر کچھ عرض کریں گے +

دعا ایک غذا ہے

(حضرت موسےٰ اور مسیح کے الفاظ کو اسلام حقیقت کا لباس پہنا تا ہے)

انسان فقط روٹی ہی کھانے سے جیتا نہیں رہتا۔ بلکہ ہر ایک بات سے جو خداوند کے مونہہ سے نکلتی ہے جیتا رہتا ہے۔ استثناء ۸ : ۳ ۔ انسان صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے موئنہ سے نکلتی ہے جیتا ہے۔ متی ۴ : ۴

کیسے پاک الفاظ۔ کس قدر بلند خیال کو اپنے اندر لیئے ہوتے اور کیسی دلیری سے انکا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ الفاظ ہم کو بتاتے ہیں کہ دعا اور نماز ہی انسان کی حقیقی غذا ہے "فقط روٹی ہی کھانے سے جیتا نہیں رہتا" بڑے ہی پر زور اور تاکیدی الفاظ ہیں۔ مگر کیا ان کا یہ منشا ہے۔ کہ روٹی چھوڑ دو اور دعا پر ہی زندگی بسر کرو۔ جس پاک انسان کے مونھ سے یہ کلمات نکلے اس کا یہ منشار نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ خود بھی "کھاتا پیتا" آیا پھر وہ دوسروں کو کھانے پینے سے کیوں کر روک سکتا تھا۔ علاوہ ازیں انسان جسم بھی رکھتا ہے۔ اور روح بھی۔ اگر روح کی غذا دعا ہے تو جسم کی غذا روٹی ہے۔ پس دونوں انسان کے لیئے ضروری ہیں۔ گو روحانی نشوونما جسمانی نشوونما سے بڑھ کر اہم ہے۔ مگر ایک طرف حضرت مسیح کا یہ قول دوسری طرف اس کے پیرووں کی موجودہ حالت دیکھ کر انسان بے اختیار بول اٹھتا ہے یاللعجب! یہ کیا بات ہے کہاں وہ روحانیت کا مجسمہ جسے روحانیت کا فکر کھائے جا رہا تھا۔ کہاں یہ مادہ پرست قوم جسے روٹی کے فکر نے بیتاب کر رکھا ہے۔ جنرل گارڈن کا قول ہے کہ وہ انگلستان کے لوگ سب سے

زیادہ فکر اپنے کھانے کا کرتے ہیں" مگر یہ انگلستان سے ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ ساری اقوام یورپ جنرل گارڈن کے ان الفاظ کے مصداق ہیں۔ حضرت مسیح نے جو یہ سنہری اصول اپنے لوگوں کو سکھایا تھا۔ تو آپ کی غرض یہ تھی کہ تا انسان نرا اپنی جسمانی خواہشات کا غلام ہی نہ ہو جائے اور اپنی اخلاقی اور روحانی بہتری کا بھی کچھ فکر رکھے۔ مگر ہفتہ کے سات دنوں میں سے چھ دنوں میں ان الفاظ کی کون پروا کرتا ہے۔ اور مسیح کے الفاظ کے بالکل خلاف اس کے پیرو صرف روٹی سے جیتے ہیں۔ مگر جب ساتواں دن آتا ہے۔ وہ دن جو خدا نے "ہمارے آرام" کے لیے بنایا تو شاید گرجا کی ٹن ٹن کی آواز شاید کسی دل میں ان الفاظ کی طرف بھی توجہ پیدا کرتی ہوگی جو "خدا کے مونہہ سے" نکلتے ہیں۔ پھر ان واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ روحانیت کی بھوک عیسائی ممالک میں مرتی چلی جا رہی ہے۔ کسی انسانی قوت کا استعمال ہی اُس کو زندہ رکھ سکتا اور اس میں نشوونما پیدا کر سکتا ہے۔ ادھر کسی قوت کو کام میں لانا چھوڑو ادھر یہ خود بخود کمزور ہوتے ہوتے آخر بیکاری سے مُردگی کی حالت تک پہنچ جاتی ہے پس غذا کا نہ پہنچانا خواہ جسمانی رنگ میں ہو یا روحانی میں۔ پہلے بھوک کو کم کرتا اور آخر موت کا پیغام لاتا ہے۔ ہم اپنی قوائے ہاضمہ کو ان میں پانچ دفعہ تیز کرتے ہیں (یورپین ممالک میں کھانے کے پانچ وقت ہیں) اس لیے ہماری صحت درست اور ہمارے جسمانی قوائے مضبوط رہتے ہیں۔ مگر اپنی روح کی خبر ہم ہفتہ میں صرف ایک دفعہ لیتے ہیں۔ اور وہ بھی ہم میں سے بہت تھوڑے۔ پھر کیا اگر ان حالات کے اندر گوشت نے رُوح کو ہلاک کر دیا ہے۔ تو یہ کوئی تعجب کی جگہ ہے۔ لیکن حکمت کی باتوں کو اگر خود بیان کرنے والا عملی جامہ نہ پہنا سکے تو یقیناً ان کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائیگا۔ پہاڑی وعظ میں جو تعلیم دی گئی ہے اس نے کبھی حقیقت کا رنگ نہیں دیکھا اور نہ عمل میں آئی۔ بلکہ وہ چند بلند پروازی کے خیالات ہیں۔ جو کبھی عمل میں آ ہی نہیں سکتے۔ آج تک کسی نے اس تعلیم میں بطور اصول بیان کی گئی ہیں۔ خود حضرت مسیح علیہ السّلام کو بھی موقعہ نہیں ملا کہ وہ اُن کو خود عمل میں لا کر دکھاتے اور اس طرح اپنے پیروؤں کے لیئے ایک نمونہ قائم کرتے کہ وہ کس طرح ان خیالات کو اپنے لیئے مفید بنا سکتے ہیں۔ یہ الفاظ کہ انسان صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے مُنہ سے نکلتی ہے۔ جیتا ہے۔ شیطان کو کہے گئے تھے۔ اور وہ آزمائش

کوئی واقعہ نہیں۔ بلکہ صرف ایک مکاشفہ تھا۔ اس زمانہ کے لوگوں کے قوائے روحانی ابھی اس حالت تکمیل کو نہ پہنچے تھے۔ کہ مسیح کے پیرو اس بات کو جو مکاشفہ میں کہی گئی تھی عمل میں لاتے۔ اور خود حضرت مسیح کو صرف تین سال کی تھوڑی سی میعاد ان لوگوں میں اپنا تبلیغی کام کرنے کی ملی۔ اس لیئے دنیا اس اعلےٰ درجہ کے اصول کے عملی پہلو سے بالکل ناآشنا رہی۔ حضرت مسیح نے بالکل سچ فرمایا تھا۔ جب آپ نے کہا ”میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمھیں کہوں پر تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے“ (یوحنا ۱۶: ۱۲)

اللہ تعالےٰ کی کامل رضا کی راہوں کے اظہار کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ یسوع مسیح کا جانا ہی ضروری تھا۔ تاکہ تسلی دھندہ یعنی فارقلیط (احمدؐ) آئے اور ساری صداقتوں کو سکھلائے۔ آپ کے بعد بھی پورے چھ سو سال تک دنیا ان الفاظ کی حقیقت تک نہ پہنچ سکی جو مسیح نے فرمائے تھے۔ کہ انسان صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر اس بات سے جیتا ہے جو خدا کے موُنھ سے نکلتی ہے۔ وہ رُوح حق مسیح کے الفاظ کو پورا کرنے کے لیے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ جس نے اپنی تعلیم کو اپنے عمل کے ذریعہ سے روشن کیا۔ آپکی تبلیغ کا دائرہ تمام دُنیا کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ اور آپ نے جو اصول سکھائے وہ تمام نسل انسانی کے لیئے ہیں۔ جو انسان ان الفاظ کی حقیقت سمجھنا چاہتا ہے کہ انسان روٹی سے نہیں بلکہ خدا کے کلام سے جیتا ہے۔ اسے چاہیئے۔ کہ کم از کم اتنی مرتبہ اپنی روحانی غذا کا فکر کرے۔ جتنی مرتبہ جسمانی غذا کا فکر کرتا ہے۔ اور جتنی مرتبہ دسترخوان کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ کم از کم اتنی دفعہ خدا کے حضور حاضر ہونے کے لیئے قدم اُٹھائے۔ پس جب نظام جسمانی کو قائم رکھنے کے لیئے ہم پانچ کھانوں کے محتاج ہیں یعنی صبح کا کھانا۔ دوپہر کا کھانا۔ پچھلے پہر کا کھانا۔ شام کا کھانا۔ اور رات کا کھانا تو کیا یہ حق نہیں کہ رُوحانی نظام کے قیام کے لیئے بھی ہم کو پانچ دفعہ رُوحانی غذا حاصل کرنی چاہیئے۔ بیشمار برکتیں اور رحمتیں ہوں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس نے ایک مسلمان کے لیئے اس پانچ دفعہ کی روحانی غذا کا انتظام روز کی پانچ نمازوں میں کر دیا۔ اور جن کے اوقات بھی ہماری جسمانی غذا کے کھانے کے اوقات سے ملتے ہیں۔ پس ایک مسلمان اول اس کلام سے زندگی حاصل کرتا ہے جو خدا کے موُنھ سے نکلتی ہے۔ اور بعد اسکے

اپنی روٹی کا فکر کرتا ہے پس وہ جو پہلے مذاہب میں نرے لفظ ہی لفظ تھے۔ اسلام میں وہ حقیقت بن گئے ہیں۔

اینی بسنت کے خیالات اسلام پر

{ جو اس لکچر سے ماخوذ ہیں جو تھیوصوفی کی نگہ سے اسلام کے عنوان پر مسز اینی بسنت نے دیا }

آنحضرت صلعم کے ہموطنوں کی شہادت

کہ وہ کیا تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے کیا ہوگئے۔ تاریخ میں محفوظ ہے اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے ذریعہ سے اُن کو اسقدر نور حاصل کرنیکا احساس تھا۔ تو وہ آپ کی نبوّت کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہونگے۔ یہ شہادت حسب ذیل ہے :۔

" ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ ناپاکی میں زندگیاں بسر کرتے تھے۔ مردار کھا جاتے تھے۔ اور وہ باتیں بولتے تھے۔ جو انسان کے لیئے باعث عار ہیں۔ ہم انسانیت کے ہر ایک احساس کی طرف سے لاپرواہ تھے۔ اور ہمسائگی اور مہمان نوازی کے فرائض سے غافل تھے ہم کسی قانون کو نہیں جانتے تھے۔ سوائے اس کے کہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔ ان حالات میں خدا تعالےٰ نے ہمارے اندر ایک انسان کو پیدا کیا۔ جس کی پیدائش کے حالات جسکی صداقت جس کی دیانت اور امانت اور جس کی زندگی کی پاکیزگی کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ اُس نے ہمیں خدا تعالےٰ کی توحید کی طرف بلایا۔ اور ہم کو یہ تعلیم دی۔ کہ ہم اس ذات پاک کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اُس نے ہمکو بتوں کی پرستش سے روکا۔ اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں۔ امانت کو ادا کریں۔ عہدوں کو پورا کریں۔ خدا کی مخلوق پر رحم کریں۔ اور اپنے ہمسایہ کے حقوق کی نگہداشت کریں۔ اُس نے ہم کو اس بات سے منع کیا۔ کہ عورتوں کا بُرے الفاظ

میں ذکر کریں یا اُن سے بدسلوکی کریں۔ اور یتیموں کا مال کھائیں۔ اُس نے ہم کو نصیحت کی کہ بدیوں سے دور بھاگیں اور ہر ایک قسم کے امر منکر سے اجتناب کریں۔ نمازیں پڑھیں۔ خیرات دیں روزے رکھیں۔ ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اس کی تعلیم کو ہم نے قبول کیا ہے"۔

بیعت عقبہ

آپ کے کچھ پیرو تھے۔ جن سے آپ نے ایک عہد لیا جو بیعت عقبہ کے نام سے مشہور ہے اس عہد کے متعلق یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ یہ کسی ایسے دور دراز زمانہ کا ذکر نہیں۔ جب کوئی مؤرّخ ان واقعات کو لکھنے والا نہ ہو۔ بلکہ یہ ساتویں صدی مسیحی کا ذکر ہے۔ جب واقعات کو تاریخی طور پر محفوظ رکھنے کا دستور پڑ چکا تھا۔ اب غور کرو۔ کہ اس بیعت میں کیا اقرار لیا ہے۔

"ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ ہم چوری نہیں کریں گے۔ زنا نہیں کرینگے ہم اپنے بچّوں کو نہیں ماریں گے۔ ہم کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے۔ ہم ہر ایک نیکی کی بات میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلّم کی فرمانبرداری کریں گے۔ اور راحت میں اور تکلیف میں آپ کے وفادار رہیں گے"۔

یہ وہ اقرار ہے۔ جو آپ نے نو مریدوں سے لیا۔ اس اقرار کے الفاظ ہی بتاتے ہیں کہ جس قوم کو آپ نے اُٹھایا وہ کس حالت میں تھی۔ اس کا اندازہ ان باتوں سے لگاؤ جن سے بچنے کا اُنھوں نے وعدہ کیا۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں انسانی قربانی کا رواج تھا (دختر کشی کی بلا سارے ملک میں پھیلی ہوئی تھی) عیاشی اور بدکاری زور پر تھی۔ یہ وہ بیعت تھی جو آپ نے لی۔ یہ وہ اقرار تھا جو آپ نے اپنے پیرؤں سے لیا۔ غور کرو۔ کہ آپ کی یہ اخلاقی تعلیم اس وقت کی بیماریوں کے لحاظ سے کیسی ضروری تھی۔

آنحضرت کی سخاوت

عورتوں کے متعلق جو اصلاح آپ نے کی میں اُس کا پھر ذکر کروں گی۔ ایسا ہی اس سوال پر کہ آپ نے دوسری قوموں اور دوسرے مذہبوں سے کیا سلوک کیا بعد میں بحث کروں گی یہاں میں یہ دکھانا چاہتی ہوں۔ کہ کس قسم کی جاہل قوم کے اندر کیسی اعلےٰ اخلاقی عمارت کی بنیاد

آپ نے رکھی۔ سخاوت پر جو آپ نے تعلیم دی اس کو لو۔ اور دیکھو کہ آپ نے سخاوت کی تعریف کیا کی ہے۔ کہا جائے گا سخاوت کی تعریف کیا ہے۔ خیرات کا دینا غربا کو روپیہ دینا مگر صرف یہی سخاوت نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہر ایک نیکی کا کام سخاوت میں داخل ہے۔ "تمہارا اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا بھی سخاوت ہے۔ بنی نوع انسان کو کسی نیکی کی طرف ہدایت کرنا خیرات دینے کی طرح ہی ہے۔ کسی گم کردہ راہ کو صحیح راہ پر لگا دینا بھی سخاوت ہے۔ اندھے کی مدد کر دینا بھی سخاوت ہے۔ رستے میں سے پتھر، کانٹوں یا اور قسم کی رکاوٹوں کا دور کرنا بھی سخاوت ہے۔ پیاسے کو پانی پلانا بھی سخاوت ہے" کیسی سادی مگر کیسی عملی آپ کی تعلیم ہے۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی آپ نے

فرائض انسانی

کی تعریف ہے۔ یعنی وہ فرائض جو ایک انسان کو دوسرے انسان کے ذمہ ہیں۔ اسی طرح دیکھو کہ آپ نے راست بازی کی کیسی اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔

"راستبازی یہ نہیں کہ تم اپنے مونھ مشرق یا مغرب کو کر لو۔ مگر راستبازی اُسکی ہے جو اللہ پر۔ موت کے بعد زندگی پر۔ فرشتوں پر کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور جو اللہ کی محبت کے لیئے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور اجنبیوں کو۔ اور اُنکو جو سوال کرتے ہیں۔ اور قیدیوں اور غلاموں کے چھڑانے کے لیئے اپنا مال دیتا ہے۔ جو نماز کو قائم کرتا ہے۔ زکوٰۃ دیتا ہے۔ اور جو اپنے عہدوں کو جو وہ کر چکے ہیں پورا کرتے ہیں۔ اور جو مصائب کے وقت اور تکلیفوں کے وقت اور سختی کے موقعہ پر برداشت دکھاتے ہیں"

علم پر

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے نہ تھے اور اس لیئے دنیا جو علم کا مفہوم سمجھتی ہے اس لحاظ سے وہ عالم نہ تھے۔ آپ بار بار اپنے آپ کو نبی امی کہتے ہیں۔ اور آپ کے پیرو قرآن کو ایک ہمیشہ کے لیئے باقی رہنے والا معجزہ مانتے ہیں۔ جس سے آپ کا دعوے رسالت بھی سچا ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہ نہایت اعلیٰ زبان میں ہے۔ لیکن گو خود وہ امی تھے مگر حصول علم کو ان سب چیزوں پر مقدم کرتے ہیں جنکی تڑپ انسان کے دل میں ہونی چاہیئے آپ فرماتے ہیں

"علم حاصل کرو۔ کیونکہ جو شخص خدا کی راہ میں علم حاصل کرتا ہے وہ راستبازی کا کام کرتا ہے جو شخص علم کے متعلق گفتگو کرتا ہے وہ خدا کی تعریف کرتا ہے۔ جو علم کو تلاش کرتا ہے وہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ جو اس کی تعلیم دوسروں کو دیتا ہے وہ خیرات کرتا ہے۔ علم کے حصول سے صاحب علم اس قابل ہوتا ہے۔ کہ وہ اچھی چیزوں کا بری چیزوں سے امتیاز کر سکے۔ علم اس راستے میں جو آسمانی راستہ ہے۔ روشنی کا کام دیتا ہے۔ یہ جنگل میں ہمارا دوست اور تنہائی میں ہمارا مونس ہے۔ اور اس حال میں جب سارے دوست ہم سے چھن جائیں۔ یہ ہمارا رفیق ہوتا ہے۔ علم ہم کو حقیقی خوشی تک پہنچاتا ہے۔ یہ مصیبت میں ہمارے لئے سہارے کا موجب ہوتا ہے۔ دوستوں کی صحبت میں یہ ہمارے لیئے آراستگی کا زیور ہے۔ اور دشمنوں کے مقابل پر یہ ہمیں ہتھیار کا کام دیتا ہے۔ علم سے بندہ نیکی کی اعلےٰ منزل تک پہنچتا اور ایک اعلےٰ مقام کو حاصل کرتا ہے۔ علم سے انسان اس دنیا میں بادشاہوں کے ساتھ بیٹھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اور علم سے ہی آئندہ زندگی میں کمال راحت کو حاصل کرتا ہے"

پھر کیسی باریک نگاہ اس علم کی ہے جس کی خاطر بہتوں نے اپنی جانوں کو قربان کیا۔ فرماتا ہے "عالم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ قیمتی ہے"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم کی ایک بڑے اعلےٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔

"علم کا اصلی جوہر یہ ہے۔ کہ وہ دل کو روشن کرتا ہے۔ اس کا اصل مدعا صداقت ہے۔ الہام اس کے لیئے رہنما ہے۔ عقل اس کو قبول کرتی ہے۔ خدا اس کا الہام کرنے والا ہے۔ انسان کے لفظ اس کو ظاہر کرنے والے ہیں"

یہی بلند اور قابل قدر خیالات علم کے متعلق تھے جنھوں نے اہل مشرق کے فلسفہ کی بنیاد ڈالی۔ اور مورون کے علوم کا موجب ہوئے۔ جب اسلام کے خلاف یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ ترقی نہیں کرتا۔ کہ اس کے پیرو علم کی قدر و قیمت کے اندازہ میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ تو ایسا حملہ کرنیوالوں کو یہ لازم ہے۔ کہ اگر تاریخ کی کچھ بھی عزت اور پرواہ اُن کے دلوں میں ہے۔ کہ مسلمانوں کے اس جمود کے جو پچھلے زمانہ میں پایا جاتا ہے۔ اصلی وجوہات کو مذہب کے سوائے کسی دوسری جگہ تلاش کریں۔ کیونکہ یہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

جنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ بُنیاد پر وُہ علم کی عمارت اٹھائی۔ جو ایک سو سال میں چپکے چپکے ترقی کرتے کرتے آخر ہسپانیہ کی موروں کے ذریعہ سے یورپ میں جلوہ نما ہوئی اور اُسی نے عیسائی ممالک میں علوم کی دوبارہ زندگی کا راہ کھولا۔

اسلام اور علوم طبعی

یہ اسلام ہی تھا جس نے عرب میں۔ مصر میں۔ بغداد اور قاہرہ کے کالجوں میں علوم کے اِس ورثہ کو لیا جس کو عیسائیت نے کفر اور زندیقیت کے نام سے رد کر کے اپنے آپ سے دُور پھینک دیا تھا۔ اور اسلام نے بھی اِس بیش بہا گوہر کی حفاظت کر کے اسے یورپ کو واپس دیا۔ کہ تا وُہ اسے کام میں لائے۔ یہ علم کی قدر و قیمت ہی تھی۔ اور اِس قدر و قیمت کے پیدا کرنے والی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہی تھی۔ جس نے آپ کے پیرؤوں کے ایک حصّہ کو اگر عرب میں علم کی تلاش اور علم کے حاصل کرنے میں لگا دیا۔ تو دُوسرے حصّہ کو جو اسلامی فتوحات کے وسیع دائرہ کے پھیلنے سے مشرق و مغرب میں پھیلتا چلا گیا۔ دوسرے ممالک میں علم کی طرف متوجہ کر دیا۔ اگر مردان میدان جنگ ظاہری طاقت کو بڑھاتے گئے تو ساتھ ہی ساتھ طالبان علم اپنی ان تھک کوششوں سے فلسفہ اور علوم طبعی کے دائرہ کو وسیع کرتے گئے۔ اور فاتح کی تلوار کے ساتھ ساتھ علم کے مشعل کی روشنی بھی پہنچتی گئی انہی فاتحین کے نقش قدم میں ہی درحقیقت فلسفہ اور علوم نے ترقی کی۔ اوّل افریقہ کے شمال میں اسلامی افواج نے لڑ کر اپنا راستہ بنایا اور اپنا جھنڈا نصب کیا۔ پھر افریقہ سے وہ ہسپانیہ میں داخل ہوئے۔ جہاں اُنھوں نے اس عظیم الشان موروں کی سلطنت کی بُنیاد رکھی۔ دار العلوم قائم ہوئے۔ اور یورپ کے ہر حصّہ سے طالب علم جمع ہو گئے۔ کیونکہ عیسائی ممالک میں علوم طبعی سے لوگ نا آشنا ہو چکے تھے۔ علم ہیئت اور علم ریاضی مفقود ہو چکے تھے۔ اور علم کیمیا اپنی مصری قبر ہی سے ابھی باہر نہ نکلا تھا۔ ان تمام علوم کو مُسلمان لائے اور خود پوپ سلوسٹر ثانی اپنے ایّام جوانی میں کارڈووا کے دار العلوم میں تعلیم حاصل کرتا رہا جہاں اس نے علم ہندسہ اور علم ریاضی کے اصول سیکھے جنکی وجہ سے بعد میں جاہل پادریوں کا غضب بھڑکا۔ میں نے کسی دُوسری جگہ اس مضمون میں ان علوم

کا ذکر جو مسلمان یورپ میں لائے بطور خلاصہ کیا ہے۔
"اُنھوں نے ریاضی کو ہندوؤں اور یونانیوں سے لیا۔ اُنھوں نے دُوسرے درجہ کی مساوات کو دریافت کیا۔ پھر دو عدد کی پھیلاوٹ کے اصول کو اُنھوں نے علم مثلث میں میں جیب زاویہ اور جیب مستوی کو دریافت کیا۔ اُنھوں نے سب سے پہلے دُوربین کو بنایا اُنھوں نے ستاروں کے متعلق تحقیقات کی۔ اُنھوں نے زمین کی جسامت کا اندازہ کیا۔ اُنھوں نے ایک نیا فن تعمیر قایم کیا۔ نیا علم موسیقی بنایا۔ اُنھوں نے زراعت کو علمی اصول پر سکھایا۔ اور اُنھوں نے دستکاری کو اعلےٰ سے اعلےٰ مرتبہ پر پہنچایا۔"

مسلمانوں کا فن تعمیر

یہ سب چیزیں وُہ صرف یورپ میں ہی نہیں لائے۔ بلکہ ہندوستان میں بھی مغلوں نے نیئے فن تعمیر کو مروج کیا۔ جن کے متعلق یہ بالکل سچ کہا گیا ہے کہ وہ دیووں کی طرح عمارت کو بناتے اور جوہریوں کی طرح اس کی تکمیل کرتے تھے۔

ہندوستان کی بعض فن عمارت کے عجائبات مسلمانوں کا ہی کام ہے۔ اور ہندوستان ان خزانوں پر فخر کر سکتا ہے۔ جو اس کے مسلمان فرزندوں نے اس کے سامنے لا ڈالے ہیں۔ بلکہ ہندوؤں کی عمارات میں بھی ان کا اثر نظر آتا ہے۔ کیونکہ فن کسی خاص قوم یا مذہب کی قیود کے اندر نہیں جکڑا جا سکتا۔

مسیحی کلیسیا کی علوم سے نفرت

یہ بھی ایک عجیب قابل ذکر امر ہے کہ عیسائی مذہب کے علوم طبعی کی ترقی کو شک کی نگاہ سے دیکھنے کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ یہ علوم نبی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے جھنڈے کے نیچے یورپ میں واپس آئے۔ اور اس لیئے اُن کو کفر کے قایم مقام سمجھا گیا۔ عام عیسائی مذہب کے پیروؤں کے نزدیک علوم طبعی عیسائی مذہب کی جڑھ کاٹنے والے سمجھے جاتے تھے۔ اور وُہ اُن کو بڑے خوف اور نفرت کی نگہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن جو شخص اس بات پر غور کریگا۔ کہ پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کے کیا کیا نام عیسائیوں نے رکھے وہ فوراً سمجھ لیگا۔ کہ جو چیز عیسائی ممالک میں اُس کے نام کے نیچے آتی۔ اس پر عیسائی مذہب کا ہی فتوے ہونا ضروری تھا

جو علوم طبعی کی ترقی پر ہُوا یعنی ضروری تھا۔ کہ اس کا نام کفر اور زندیقیت رکھا جاتا۔ اسلام کی زندگی کے اِن ابتدائی صدیوں میں علوم طبعی کی صداقتوں کا کام لینا اپنی جان یا مال یا آزادی کو خطرہ میں ڈالنے کے ہم معنی تھا۔ مسلمانوں کا ظالمانہ طریق سے ہسپانیہ سے نکالا جانا آخر اِس کشمکش کا خاتمہ کرنے والا ہُوا۔ اور یہی ہسپانیہ کے مواقع ترقی سے گرنے کی وجہ ہوئی اِنہی ایام میں اسلام کے بعض مابعد الطبیعات کے کاملین اور فلسفہ کے نامور پہلوان پیدا ہوئے جو دُنیا میں اپنی نظیر کم رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے اس فلسفہ کو جس سے یُونان نے زندگی پائی تھی۔ اور جو ہندوؤں کا ویدانتی فلسفہ ہے اُسے از سرِ نو زندہ کیا۔ اور یورپ میں اُس کو ترقی دی اسلام کے بڑے بڑے فاضلین کی تحریروں میں وہی مابعد الطبیعات کے اعلےٰ اصُول ملتے ہیں جن پر ویدانتی فلسفہ کو فخر ہے۔ اور آج ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنے کی وجوہات میں سے یہ بھی ایک وجہ ہے۔ اسلام اور ہندو مذہب ایک دُوسرے سے مل سکتے ہیں۔ اور فلسفہ اور مابعد الطبیعات کی سطح مرتفع پر ایک دُوسرے سے مصافحہ کر سکتے ہیں۔ جو دونوں میں امر مشترک ہے۔ اور مسلمان فاضل اور ہندو آچارج ایک دُوسرے کے پہلُو بہ پہلُو کھڑے ہو سکتے ہیں۔

اسلام میں عورت

اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسلام نے عورتوں کے متعلق کیا راہ اختیار کی۔ اسلام پر مغرب میں یہ ایک نہائت ہی عامیانہ اعتراض ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم کے رُو سے عورتوں کی رُوح ہی کوئی نہیں۔ یہ یقیناً جھُوٹ ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

"جو کوئی بدی کریگا وُہ اُس کی سزا پائے گا۔ اور وہ اللہ کے سوائے کوئی کارساز اور نہ کوئی مددگار پائے گا۔ لیکن جو کوئی نیک کام کرے گا۔ خواہ وُہ مرد ہو یا عورت۔ اور وُہ سچّا مُومن ہے وُہ بہشت میں داخل کیئے جائیں گے۔ اور اُن پر ایک ذرّہ بھی ظلم نہیں کیا جائیگا ...... مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں۔ فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں۔ صادق مرد اور صادق عورتیں۔ صابر مرد اور صابر عورتیں۔ عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں۔ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی

عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور عفت اختیار کرنے والے مرد اور عفت اختیار کرنے والی عورتیں اور اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنیوالی عورتیں۔ ان کے لیئے خدا نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے .... میں تم میں کسی کام کرنیوالے کے کام کو ضایع نہیں کرتا۔ مرد ہو یا عورت۔ تم ایک دوسرے میں سے ہو"

پس اسلام کی تعلیم کے رُو سے مرد اور عورت جہاں تک مذہب کا تعلق ہے ایک ہی سطح پر ہیں۔ مگر کہا جاتا ہے کہ اسلام نے تعدد ازدواج کو جائز رکھا ہے۔ یہ سچ ہے۔ مگر ایک منصفانہ نگہ ذیل کے دو امور کی طرف سے لاپروا نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے پہلا امر تاریخی ہے۔ وہ لوگ جن کے اُٹھانے کے لیئے اسلام کی تعلیم آئی تھی۔ تعلقات زناشوئی میں وُہ عام طور پر ایک ملی جُلی حالت میں تھے۔ عفت کی کوئی قدر اُن کے ہاں نہ تھی۔ اُنکو یہ حکم دینا۔ کہ وُہ ایک ہی نکاح پر اکتفا کریں بے فایدہ تھا۔ اصلاح تدریجاً ہی ہو سکتی تھی۔ اس لیئے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) نے دور اندیشی سے کام لے کر پہلے ان تعلقات پر قیود لگائیں۔ اور حکم دیا کہ صرف چار عورتوں تک ایک شخص نکاح میں لا سکتا ہے پھر تدریجاً تعدد ازدواج کو کم کرنے کے لیئے حکم دیا۔ کہ دُوسرا نکاح صرف اُس حالت میں ایک شخص کر سکتا ہے۔ اگر وہ دُوسری بیوی سے ہر طرح وہی سلوک اور معاملہ کرے جو پہلی بیوی سے کرتا ہے آپ کی تعلیم اسی مقصد کی طرف لے جا رہی ہے جو آپ کی مد نظر تھا۔ اور تعلیم یافتہ مسلمان کم از کم ہندوستان میں کیونکہ دُوسرے مُلکوں کے متعلق میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ تعدد ازواج سے باہر نکل رہے ہیں۔

مغرب میں تعدّد ازواج

دُوسرا امر قابل توجہ مرد اور عورت کا رشتہ ہے۔ جو آج تمام مہذب ممالک میں پایا جاتا ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان حقیقی اور سچا تعلق بعض ممالک میں ایک بڑا نصب العین تو ضرور ہے۔ مگر اس پر عام طور پر عمل کسی مُلک میں بھی نہیں ہوتا۔ اسلام تعدّد ازواج کی اجازت دیتا ہے۔ عیسائی لوگ اِس سے روکتے ہیں۔ مگر ان امور کو ہونے دیتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی جائز تعلق ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ نہ ہو۔ مغرب میں

ایک ہی عورت پر قناعت کرنے کا اصول صرف دکھاوا ہے۔ مگر درحقیقت ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ تعلقات رکھے جاتے ہیں۔ ہاں ان تعلقات سے ذمہ داری کوئی عائد نہیں ہوتی۔ اس محبوبہ کو (جو بیوی کے علاوہ رکھی جاتی ہے) اس وقت نکال دیا جاتا ہے جب ایک شخص اس سے سیر ہو جاتا ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ ایک بازاری عورت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ پہلا تعلق پیدا کرنے والا اس کے آئندہ کے متعلق کوئی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لیتا۔ اور اس کی حالت اس عورت اور ماں سے جو جائز طور پر دوسرے نکاح سے یہ حیثیت حاصل کرتی ہے سیکڑوں درجے بدتر ہوتی ہے۔ جب ہم ان ہزارہا بدقسمت مصیبت زدہ عورتوں کو دیکھتے ہیں جن سے رات کے وقت مغربی شہروں کے بازار بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو ہم یقیناً اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ اسلام کو تعدد ازواج پر ملامت کرنا مغربی لوگوں کو سزاوار نہیں۔ ایک عورت کے لیئے یہ حالت بہت بہتر ہے۔ اس کیلیئے یہ بہت زیادہ خوشی کا موجب ہے۔ اس کے لیئے بہت زیادہ عزت کا موجب ہے۔ کہ وہ تعدد ازواج کے قانون کے ماتحت ایک اسلامی گھر میں رہے۔ اور اس کا تعلق ایک ہی خاوند سے ہو۔ جائز اولاد اس کی گود میں ہو۔ اور ہر طرح سے ادب اور عزت کی نگاہ سے اسے دیکھا جاتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ کوئی شخص اغوا کر کے اسے لے جائے پھر وہ بازار میں پھینکی جائے۔ اور شائد کوئی ناجائز بچہ بھی جسے قانون تسلیم نہیں کرتا اسکے پاس ہو۔ نہ اس کی کوئی حفاظت کرنے والا ہو نہ کوئی خبرگیری کرنے والا۔ اور ہر رات کسی نئے راہ گذرنے والے کی شہوات کا شکار رہے۔ آخر ماں بننے کے ناقابل ہو۔ اور سب لوگ ہی اس کو ذلیل سمجھیں۔ سوسائٹی کے لیئے یہ اچھا ہے۔ کہ ایک مرد اور ایک عورت کا تعلق ایک بلند مقصد کے طور پر مدنظر رہے۔ کیونکہ کھلے طور پر اس کو درست تسلیم کرنا اور اندرونی شرم جو بازاری عورتوں کی پیشہ وری کے ساتھ لگی ہوئی ہے پاک کرنے والی طاقتیں ہیں۔ مگر عملاً یہ ایک مرد اور ایک عورت کا تعلق نہیں کہلا سکتا کہ ایک عورت تو جائز طور پر رکھی جائے اور مخفی رنگ میں ناجائز طور پر جتنی عورتوں کے ساتھ انسان چاہے تعلق رکھے۔ مشرق کا جائز رنگ میں تعدد ازواج کی اجازت دینا

مغرب کی ناجائز تعدد ازواج کی نسبت سوسائیٹی کے کانشنس کو زیادہ ذلیل کرتا ہے۔ بدی نفاق کا خراج نیکی کے سامنے ادا کرتی ہے۔ مگر عورت کی عزت اور خوشی کو مشرق کی تعدد ازواج میں مغرب کی نسبت بہت کم نقصان پہنچتا ہے۔

اس کو چھوڑ کر مسلمان عورتوں کے ساتھ قانون اسلامی مغربی عورتوں کی نسبت بہت اچھا سلوک روا رکھتا ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ انگلستان کے قانون کی یہ حالت تھی کہ وہ بیاہی ہوئی عورت کی جائداد کو قرق کر لیتا تھا۔ گویا شادی بھی ایک بڑا بھاری جرم تھا۔ اس کی کمائی کا اُسے حقدار نہیں ٹھیراتا تھا۔ اور اس کے بچوں پر اس کے کسی حق کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اسلامی قانون کی رُو سے اِس کی جائداد بالکل محفوظ ہے۔ اور یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلامی ممالک میں مسلمان عورتوں نے بادشاہ اور مدبر کی حیثیت میں ہمیشہ بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے ہیں +

اخلاقی معجزات

جب انسان کے اندر اخلاقی بہادری پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ اُسے خداوند عالم پر بھروسہ کرنا سکھاتی ہے۔ اور اس پر اس کے یقین کو بڑھاتی ہے۔ تب انسان کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ خود کوئی ایسی چیز نہیں جو ساری کائنات پر حکومت کر سکے۔ بلکہ اس سے اُوپر کوئی اور طاقت ہے۔ اسے پتہ لگتا ہے کہ وہ تو بعد مشکل اپنے ہی جذبات پر قابو پا سکتا ہے۔ اور کہ وہ اپنے دل کی دھڑک کو بھی روک نہیں سکتا۔ اُس کو سمجھ آجاتی ہے۔ کہ جو کچھ وُہ اپنے حصُول مقصد کے لئے کر سکتا ہے وہ صرف اسی قدر ہے۔ کہ جہاں تک اُس کی طاقت ہے سعی کرے اور بس۔ کامیابی اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت میں کامیابی اس کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کا تصرف سارے عالم پر اور ان سب حالات پر ہے۔ جو انسان کے گردو پیش ہیں۔ مگر اخلاقی بہادری کسی انسان کے اندر داخل نہیں ہو سکتی جب تک کہ پہلے اس کے اغراض پاکیزہ اس کی نیت صاف نہیں ہوتی۔ ابتدا میں جو مسلمانوں کو جنگ کرنے پڑے اُن میں ان کی نیت نہائیت نیک تھی۔ وُہ رُوح جو حضرت محمد مصطفےٰ

صلے اللہ علیہ وسلم میں اپنا کام کر رہی تھی۔ وہ سب سے بڑھ کر پاکیزہ۔ سب سے اعلےٰ اور سب سے زیادہ عظیم الشان تھی۔ آپ کو اللہ تعالےٰ پر کامل بھروسہ تھا۔ اور آخری کامیابی کا قطعی اور کامل یقین تھا۔ ذکر ہے کہ ایک دفعہ آپ ایک درخت کے نیچے اکیلے سوئے ہوئے تھے۔ جب آپ کا ایک دشمن آیا اور ننگی تلوار ہاتھ میں لیئے ہوئے آپ کو ان الفاظ میں چیخ کر مخاطب کرکے جگایا۔ اے محمدؐ اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں کھولیں۔ بلا خطر اُٹھ بیٹھے اور فرمایا۔ اللہ جو ہر شئے پر قادر ہے وُہ مجھے بچا سکتا ہے۔ اسقدر جرأت اور حوصلہ۔ اللہ کی ذات پر ایسا کامل بھروسہ دیکھ کر دشمن خود کانپ اُٹھا۔ اور تلوار اُس کے ہاتھ سے نیچے گر گئی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس تلوار کو اُٹھایا اور کہا اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ اب اس کے لیئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ آپ سے رحم کی درخواست کرتا۔ اور چونکہ آپ کا رحم بہت وسیع تھا۔ آپ نے فرمایا وہی اللہ تیرا بھی محافظ ہے ٭

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے اپنی کامل فرمانبرداری اور اپنی ذات پاک پر کامل توکّل اور نصرت الٰہی کے کامل یقین کا مرتبہ عطا فرمایا تھا۔ ایلی ایلی لما سبقتانی (اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) کی آواز آپ کے مُنہ سے کبھی نہ نکل سکتی تھی نہ نکلی۔ قرآن کا کوئی صفحہ نہیں جس میں اللہ تعالےٰ کا نام موجود نہو جب آپ سونے کے لیئے تشریف لے جاتے تو آپ کا آخری کلام اللہ کا نام ہی ہوتا تھا۔ اور سب سے پہلا لفظ جو اُٹھتے وقت آپ کے مُونھ سے نکلتا وُہ بھی اللہ کا ہی نام تھا۔ کھانا کھاتے وقت لُقمہ آپ کے مُونھ میں نہ جاتا تھا۔ جب تک کہ پہلے رب العالمین سے برکات کی دُعا نہ کرلیں۔ نہ ہی کبھی آپ سوار ہوتے تھے۔ نہ کوئی لباس پہنتے تھے۔ جب تک کہ پہلے اللہ کا نام نہ لے لیں بجلی کی چمک میں۔ رعد کی گرج میں۔ سورج اور چاند کے دوروں میں۔ غرض ہر چیز میں اور ہر واقع میں آپ کو خدا کا ہاتھ کام کرتا ہوُا نظر آتا تھا۔ مصائب کی بے انتہا تاریکیوں کے اندر آپ کا خدا پر یقین کامل کبھی ایک لمحہ کے لیئے بھی جنبش میں نہیں آیا۔

جب صرف ایک رفیق کے ساتھ آپ نے ایک غار میں پناہ لی اور خون کے پیاسے دشمن

آپ کی تلاش میں عین موقعہ پر پہنچ گئے۔ اور آپ کے ساتھی کو فکر ہوا۔ اور انھوں نے کہا کہ ہم صرف دو ہیں اور دشمن بہت ہیں۔ تو آپ کے مونھ سے جو لفظ نکلے وہ بتاتے ہیں کہ آپ کا خدا کی نصرتوں پر کیسا یقین کامل تھا۔ فرمایا لا تحزن ان اللّٰہ معنا۔ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور اُس کی مدد ہمارے لیئے کافی ہے۔

یہی خدا تعالےٰ پر یقین کامل اور اُس کی نصرت پر کامل بھروسہ تھا۔ جو اخلاقی بہادری نے آپ کے اندر پیدا کر دیا تھا جس نے آپ کو سب مشکلات پر غالب کر کے آپ کو کامل کامیابی عطا فرمائی۔ وہ کامیابی جو ایک یا دو دن کے لیئے نہیں۔ جو ایک قوم یا ایک ملک کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیئے ساری قوموں پر اور سارے ملکوں میں یہ کامیابی آپ کو عطا فرمائی گئی۔ کوئی انسان دُنیا میں ہم کو نظر نہیں آتا جس کو ایسا کامل ایمان خدا کی ذات پر ہو جس کو ایسا یقین اور اتنا بھروسہ اُس ذات پاک پر ہو۔ یہاں تک کہ یقین اب بطور ایک ضرب المثل کے ہو گیا ہے۔ اور تھوڑے ہی دنوں کا ذکر ہے۔ کہ ایک ملکی مدبر نے جس نے قوت فیصلہ سے کام لینے کی بجائے اپنے آپ کو فصاحت لفظی کے مطیع کر دیا۔ آج کل کے بادشاہوں میں سے ایک کا مقابلہ خدا پر توکل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ بلکہ بعض کارٹون والوں نے تو اس سے بھی آگے گذر کر اللہ تعالےٰ اور اُس کے پاک نبی کے نام پر ہنسی اُڑائی۔ مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا نہیں سمجھتے۔ بلکہ انسان ہی سمجھتے ہیں۔ اِس لیئے اگر کسی دوسرے آدمی کا آپ سے مقابلہ کیا جائے تو ہم اُسے کفر نہیں کہتے۔ البتہ یہ ہم جانتے ہیں کہ کامل سے کامل انسان جس کو نسل انسانی پیدا کر سکتی ہے۔ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ تعالےٰ بھی اُسی کو کامیابی عطا فرماتا ہے۔ جو اُس پر پورا توکل کرتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں جو روح کام کر رہی تھی۔ اور جو کامیابی آپ کو ملی اُسکا نقشہ کارلائل نے الفاظ ذیل میں کھینچا ہے۔

"عرب قوم کے لیئے یہ تاریکی سے روشنی میں آنے کی نئی پیدائش تھی۔ اسی سے عرب نے پہلے پہل زندگی حاصل کی۔ ایک غریب گڈریوں کی قوم جو ابتدائے آفرینش سے عرب کے جنگلوں میں پھرتی تھی۔ اور جن کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اُن میں ایک نیا پیغمبر بھیجا گیا جسکی

باتوں پر وہ ایمان لا سکتے تھے۔ پھر دیکھو کس طرح پر وہ جنھیں کوئی نہیں جانتا تھا۔ ساری دنیا میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ کس طرح ایک چھوٹی سی چیز سب دُنیا میں بڑی ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد ایک ہی صدی کے اندر عرب اگر دُنیا کی ایک طرف غرناطہ میں پہنچ جاتا ہے تو دوسری طرف دہلی میں پہنچا ہوا ہے۔ بہادری میں شان و شوکت میں اور ذہانت کی روشنی میں منوّر عرب ایک طویل زمانہ میں دُنیا کے ایک بڑے حصّہ پر چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایمان بڑی چیز ہے۔ اس سے زندگی کی رُوح پیدا ہوتی ہے۔ ایک قوم کی تاریخ جبھی کہ یہ ایمان لاتی ہے پُرثمر۔ پرشوکت اور رُوح پرور ہو جاتی ہے۔ ان عربوں کو دیکھو اس انسان (کامل) محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو) اور ایک صدی کے عرصہ پر غور کرو۔ کیا یہ معلوم نہیں ہوتا کہ گویا ایک چنگاری گر گئی ہے۔ صرف ایک چنگاری اسی عالم پر جو صرف سیاہ ناقابل توجہ ریت معلوم ہوتا تھا۔ مگر دیکھو وہ ریت اُڑ جانے والا بارود ثابت ہوتی ہے۔ اور دہلی سے لیکر غرناطہ تک اُفق عالم کو روشن کر دیتی ہے"

"محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے معجزہ" میں مَیں نے اُس کو نقل کر کے لکھا تھا۔

"خود عرب میں یہ کامل تبدیلی ایک صدی کے بھی دسویں حصّہ سے کم میں ظہور پذیر ہوگئی یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا کسی خارق عادت طاقت نے ملک کے اندر ہر چیز کو ایک نئی زندگی دے دی ہے۔ کعبہ تو وہی تھا۔ مگر ان تین سو ساٹھ بُتوں کو کیا ہو گیا۔ لوگ تو وہی تھے۔ مگر اُن کی سنگ دِلی۔ کینہ پروری۔ مُلک میں ابتری۔ عورتوں کی ذلّت۔ حسد۔ بے آئینی۔ سُود خوری۔ شراب خوری۔ دُختر کشی۔ خونخوار جھگڑے۔ انسانی قربانی۔ توہمات کہاں چلے گئے؟ یہ سب چیزیں ہمیشہ کے لیئے رُخصت ہو گئیں۔ اور وہ بُت پرست جو ہمیشہ ایک دُوسرے کے دشمن رہتے تھے وُہ موحد بن گئے۔ ایسے موحد جو ایک ہی سلسلۂ اخوّت میں مُنسلک تھے۔ ایک ہی سردار اور ایک ہی حاکم کے ماتحت تھے۔ ایک ہی قانون کے پیرو تھے۔ جنکا مطمح نظر بلند سے بلند مقصد انسانی تھا۔ اور جو اعلےٰ سے اعلےٰ اخلاق کے واعظ تھے۔ جن کے اندر ترتیب دینے والے۔ ہر میدان کے پہلوان۔ ہر پہلو کے بہادر موجود تھے۔ جو اصول میں اور عمل میں یکساں۔ بڑے سے بڑے مہذب قوموں کے لیئے باعث زینت ہو سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں گو وہ شان و شوکت جو ایک صدی سے حاصل ہوئی تھی۔ کم ہو گئی ہے۔ اور اگر ایک طرف غرناطہ میں اس کا خاتمہ ایک ناشکر گذار قوم کے ہاتھ سے ہُوا تو دُوسری طرف دہلی میں بھی وُہ اپنے آپ کو قائم نہ رکھ سکی۔ مگر وہ دس سال کی روشنی جو عرب کے اندر چمکی تھی وُہ اب تک کروڑوں دلوں کو روشن کر رہی ہے۔ اور کرتی رہے گی جب تک کہ آسمان پر سُورج چمکتا ہے۔ کیونکہ اس کے اندر خود سُورج سے زیادہ چمکدار ایک ایسا جوہر موجود ہے جس کو کوئی طاقت تباہ نہیں کر سکتی۔ اور جو انسانی ترقی اور تہذیب کی طرف لیجانیوالا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکی فتوحات گو دُنیا میں زبردست سے زبردست فتوحات کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ مگر آپ کی اصل کامیابی آپ کی اخلاقی فتوحات تھیں اور ہیں۔ جن کے سامنے آپ کی ملکی فتوحات ہیچ ہیں۔ وُہ اصول جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ اور جس نے آپ کے اندر وہ رُوح پیدا کر دی جس نے تمام رکاوٹوں سے آپ کے راستہ کو صاف کر دیا۔ وہ یہ اصول تھا۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔ یعنی ہماری طرف سے پُوری کوشش ہونی چاہیئے۔ اس کوشش کو کامیاب کرنا یہ اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم نہیں دی۔ کہ اگر کوئی تمہاری دائیں گال پر تھپڑ لگائے تو بایاں بھی آگے کر دو۔ کہ وُہ ایک اور دھپڑ لگا لے۔ آپ کا اصول یہ تھا کہ کامل ضبط کے ماتحت انسان کو اپنے وہ تمام قوٰے استعمال کرنے چاہئیں۔ جو کہ ایک حکیم خدا نے اسے عطا فرمائے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ کہ ان قوٰے کو کام میں لگانے کے بعد پورا اعتماد صرف اللہ کی ذات پر ہو۔ وہ اللہ تعالےٰ سے ایسی عاجزی سے دُعا کرتے تھے کہ گویا وہ خود بالکل عاجز ہیں۔ اور سوائے اللہ تعالےٰ کی مدد کے کوئی مقصد بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے آپ اس قدر کوشش اور محنت کرتے۔ کہ گویا آپ اپنی سعی سے ہر ایک مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ میں اگر ایک طرف اللہ تعالےٰ کے حضور پوری عاجزی کا اظہار پایا جاتا تھا۔ تو دُوسری طرف انسانی سعی پر بھی آپ کو اعتماد تھا۔

نپولین نے صرف اپنی سعی سے فتوحات حاصل کرنے کی کوشش کی اور وہ بیس سال تک اس مقصد میں کامیاب بھی ہوتا رہا۔ لیکن چونکہ اُس کو اپنی کوششوں پر حد سے زیادہ بھروسہ تھا اور اسی بات نے اُس کے اندر تکبّر پیدا کر دیا۔ اس لیئے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گر گیا۔

جن خیالات سے وہ مصر میں متاثر ہوا تھا وہ اُس وقت باقی نہ رہے تھے۔ جب وہ فرانس میں واپس آیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے اپنی قوت پر بھروسہ کیا اور تباہ ہو گیا۔ اُس نے لفظ "ناممکن" کو اپنی لغت سے نکال دیا۔ مگر ایک معمولی معاملہ جس کے ہو جانے کا اُس کو یقین کامل تھا۔ ناممکن ہو گیا۔ اگر گروکی بلوچر کو روکنے میں ناکامیاب نہ ہوتا تو نپولین واٹرلو کے جنگ کو ہارنے سے بچ جاتا۔ مگر اللہ تعالےٰ کا منشا تھا کہ اس کے کبر اور انسانی کوشش پر ہی پورا بھروسہ کرنے کی اسے سزا دے۔ اور اس لیئے وہ اسباب پیدا ہو گئے۔ جو اس کی تباہی کا موجب ہوئے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا قدم کامیابی کے میدان میں ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔ مگر اپنے مالک حقیقی کے حضور وہ ہمیشہ عاجز ہی تھے۔ اور کسی کامیابی پر اُن کو اپنی کوشش پر فخر نہیں ہوا۔ جو لڑائیاں آپ کو لڑنی پڑیں اُن میں ایسا سخت مقابلہ تھا۔ کہ کوئی دُوسرا شخص اس قدر طاقت کے بالمقابل جنگ کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ آپ کے دشمنوں کی تعداد آپ کے ساتھیوں سے ہمیشہ نہ صرف تعداد میں ہی بہت بڑھ کر ہوتی تھی۔ بلکہ وُہ ہر طرح سے مسلح بھی بہت بڑھ کر ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے خلاف توہمات وحشیانہ پن۔ شرابخوری بے ایمانی کی فوجیں بھی کام کر رہی تھیں۔ مگر آپ ان سب پر غالب آئے۔ آپ کی اخلاقی بہادری ہر چیز کو مسخر کیئے چلی جا رہی تھی۔ آپ کی لڑائیاں نہ صرف آپ کے دشمنوں کی ہی حقیقی بھلائی کے لیئے تھیں۔ بلکہ ساری نسل انسان کی بہتری کے لیئے تھیں۔ اور آپ کی فتح درحقیقت حق کی فتح باطل پر تھی .... آپ کی ان جنگوں سے نسل انسانی کو بہت سے سبق بھی ملتے ہیں ان میں کسی قوم کی بیخکنی مدنظر نہ تھی۔ بلکہ ایک مجرم قوم کے سخت سے سخت جرائم کو بھی غلبہ اور فتح کے بعد فراخدلی سے معاف کر دیا جاتا تھا۔ بشرطیکہ وہ سچے دل سے تائب ہوں۔

اس قسم کی بہت سی مثالیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتی ہیں۔
وہ یہودی عورت جس نے خیبر میں آپ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی اُس کو معاف کر دیا گیا۔ ابوجہل سے بڑھ کر کوئی آپ کا دشمن نہ تھا۔ مگر اس کے بیٹے عکرمہ کے ساتھ آپنے کیسا سلوک کیا۔
بیان کیا جاتا ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی جن کے بطن میں بچہ تھا مکہ سے بھاگیں۔ تو ایک ظالم نے نیزے کی انی سے اُن کو مارا وہ فوت ہو گئیں۔ فتح مکہ کے بعد اس قاتل نے کچھ مدت تک اپنے آپ کو چھپائے رکھا۔ مگر آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا۔ کس قدر ظالمانہ اور وحشیانہ اُس کا جرم تھا جو کسی صورت میں قابل درگذر نہ تھا۔ مگر جب اُس نے صدق دل سے آپ کے سامنے توبہ کی۔ تو آپنے اُسے کھلے دل سے معافی عطا فرمائی۔
جو ہدایات آپ نے اپنی ان افواج کو دیں جو رومی سلطنت کے خلاف جا رہی تھیں ان کے الفاظ بھی قابل غور ہیں " جو دُکھ ہمیں پہنچائے جائیں اُن کی سزا دہی میں کسی بے ضرر شخص کو دُکھ نہ دیا جائے۔ عورتوں بچوں اور بیماروں کو بھی ہر قسم کے ضرر سے بچایا جائے جو لوگ مقابلہ نہیں کرتے اُن کے مکانات کو نہ گرایا جائے۔ نہ اُن کے معاش کے ذرائع کو تباہ کیا جائے نہ اُن کے ثمردار درخت کاٹے جائیں۔ نہ ہی کھجور کے درخت کو کوئی نقصان پہنچایا جائے "
یہی جوانمردی کی رُوح آپ کے جانشینوں میں بھی کام کرتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایات اپنے جرنیل کے نام حسب ذیل تھیں۔
" اپنے لوگوں پر ظلم نہ کرو۔ نہ اُن کو کسی قسم کا دُکھ پہنچاؤ۔ بلکہ ہر قسم کے معاملات میں اُن کا مشورہ لو۔ اور خبردار رہو کہ وہ کام کرو جو انصاف اور حق کا مقتضا ہو۔ کیونکہ جو لوگ حق اور انصاف کے خلاف کرتے ہیں۔ وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ جب تمہارا مقابلہ اپنے دشمنوں سے ہو تو جوانمردوں کی طرح کام کرو۔ اور کبھی اپنی پیٹھ نہ پھیرو۔ اور جب تم کو فتح ہو تو بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو نہ مارو۔ کوئی کھجور کا درخت ضائع نہ کرو۔ نہ چارپاؤں کو

کوئی نقصان پہنچاؤ۔ صرف اسی قدر ذبح کرو جن کی ضرورت خوراک کے لئے ہو۔ جب تم کوئی معاہدہ کرو تو اُس پر قائم نہ ہو اور اس کا ایفا کر کے دکھاؤ۔ جب تم بڑھو گے۔ تو تم کچھ ایسے لوگوں کو بھی پاؤ گے جو اپنے خانقاہوں میں دنیا سے انقطاع کئے ہوئے بیٹھے ہونگے۔ اور جنھوں نے خدا کی عبادت کا یہی طریقہ سمجھا ہوگا۔ ایسے لوگوں کو کچھ نہ کہو نہ اُن کو یا اُن کی خانقاہوں کو کچھ نقصان پہنچاؤ "

دُنیا کی اخلاقی حالت اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ ایک اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پیدا ہو۔ مگر اس کمال کا انسان دوبارہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہاں افراد اور قومیں اُسکے خیالات میں رنگین ہو کر اور مل کر اس مقصد کو پہنچ سکتی ہیں جس پر وہ تنہا پہنچا مبارک ہوگی وہ قوم جو اُس کے رنگ میں رنگین ہو۔ کیونکہ وہی قوم خدا کی وہ برگزیدہ قوم ہوگی جو اپنے مالک حقیقی سے سچا تعلق پیدا کر سکے گی اور دُنیا کی رہنمائی کا ذریعہ اور دُنیا کے لیئے برکت ہوگی۔ ہاں اس رنگ میں رنگین ہونا آسان نہیں۔ تمام سفلی ارادے پیس ڈالے جائیں۔ اپنے آپ کو دُنیا میں بڑھانے کی خواہش نہ ہو۔ بلکہ مخلوق خدا کو نفع پہنچانے کی کوشش ہو +

(قدوائی)

عورت کی حمایت میں اسلامی تعلیم

یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا

اے لوگو تقویٰ اختیار کرو اپنے پروردگار کا جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اُسکے جوڑے کو پیدا کیا۔ اور ان دونوں بہت سے مردوں

ونساء واتقوا اللّٰہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللّٰہ کان علیکم رقیبا۔ (النساء)	اور عورتوں کو پھیلایا۔ اور پاس کرو اللہ کا جسکے نام سے ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ اور رحموں کا ضرور اللہ تم پر نگہبان ہے ❊

(حدیث)

الجنۃ تحت اقدام الامھات۔ | جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے۔

قرآن کریم میں کتنی عورتوں کا ذکر ہے۔ جو اللہ تعالےٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتی تھیں۔ اس بیان سے کلام پاک کی غرض یہ سمجھانا ہے۔ کہ عورت بھی اس اعلےٰ سے اعلےٰ مقام کو حاصل کر سکتی ہے۔ جسے مرد حاصل کر سکتا ہے۔ اور کوئی نعمت نہیں جس سے عورت کو محض عورت ہونے کی وجہ سے محروم رکھا جائے۔ اس کے بالمقابل عیسائیت کی تعلیم کو دیکھو کہ کس طرح نہ صرف عورت کو ان اعلےٰ نعمتوں کے پانے سے ہی محروم رکھا ہے۔ بلکہ اُس کی ایک نہائیت ذلیل حالت بیان کی ہے۔ اور اسی کو دُنیا میں گناہ لانے کا مُوجب ٹھیرایا ہے۔

بائیبل کی عبارتیں اس عیسائی عقیدہ کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں کہ پہلا گناہ زمین پر عورت نے کیا۔ اور اُسی نے مرد کو ملوّث کیا۔ اور وُہ ایسا خطرناک گناہ تھا۔ کہ نسل انسانی کے ہزاروں سالوں کے اخلاقی ترقی کے جدوجہد اس کو اس قعر ذلّت سے باہر نہیں نکال سکی جس میں عورت نے اسے گرادیا۔ اور خواہ کتنی بھی توبہ کی جائے یہ گناہ اب معاف نہیں ہو سکتا۔ اور کتنا بھی خدا کے آگے عاجزی کی جائے اور گڑگڑایا جائے۔ اور آسمان تک اپنی آہ و زاری کو پُہنچایا جائے۔ مگر خدا کا رحم باوجود بے پایان ہونے کے انسان کو اس گناہ سے نہیں چھڑا سکتا۔ جو ایک عورت نے اُس کے سارے فرزندوں کے سر پر ڈال دیا۔

ہاں یہ گناہ ایسا خطرناک تھا کہ ساری نسل انسانی اپنی ساری کوششوں سے اگر اِس گناہ سے نکلنے میں کامیاب نہ ہو سکی تو خود خدا کو ایک بھاری قربانی کرنی پڑی اور وُہ غصّہ جو عورت کے اس گناہ کی وجہ سے کسی طرح فرو نہیں ہوتا تھا۔ اس کو فرو کرنیکے

لیئے ایک سزا بھی تجویز کرنی پڑی یعنی خدا کو اپنا بیٹا۔ ہاں اکلوتا بیٹا دنیا میں بھیجنا پڑا۔ گو اُس کی آمد میں بھی عورت حصہ دار بن گئی۔ اور وہ عورت کے پیٹ سے ہی پیدا ہوا اور اس اکلوتے بیٹے کو محض اپنا غصہ فرو کرنے کے لیئے قربان کرنا پڑا۔ اور ایسا ہوا۔ کہ چونکہ ایک عورت نے آدم سے گناہ کرایا۔ اس لیئے بخشش کرنے والے آسمانی باپ کو اپنا بیٹا یہودیوں کے سپرد کرنا پڑا۔ کہ تا اُن کے ہاتھوں وہ ذلیل کیا جائے۔ اور صلیب پر چڑھایا جائے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جو عیسائی عقیدہ کی رو سے عورت کو ملتا ہے۔ کہ اس بدقسمت مخلوق کے گناہ نے نہ صرف مردوں کو ہی ناپاک کیا۔ اور گناہ میں ملوث کر کے ہمیشہ کے لیئے گنہگار ٹھیرایا۔ بلکہ ایک اور پاک اور مقدس ہستی کو بھی اس کی خاطر قربان ہونا پڑا۔

حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے کفارہ کے عقیدہ کی بیخکنی سے صرف حضرت مسیح کی تطہیر ہی نہیں کی۔ بلکہ دراصل کل نسل انسانی کی تطہیر کی ہے۔ اور عورت کو اس الزام سے پاک کیا ہے۔ جو عیسائی عقیدہ کی رُو سے اُس پر لگتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ تعلیم دی ہے۔ کہ عورت مرد کو گناہ سے بچانیوالی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ یہ عورتیں تمہارے لیئے لباس ہیں۔ یہ ایک نہایت عجیب استعارہ ہے۔ گویا عورتیں مردوں کی کمزوریوں کو اسی طرح ڈھانپتی ہیں جس طرح پوشاک انسان کے جسم کے ننگا پن کو بچاتی اور اُس کے عیبوں کو چھپاتی ہے۔ انھیں فتنوں میں پڑنے سے بچاتی ہیں۔ اور بعض وقت ایک ایسے انسان کو جس کی حالت اخلاقی کمزوریوں سے وحشیانہ پن تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ اخلاقی پستی سے نکال کر انسانیت کے شرف تک پہنچاتی ہیں۔ گویا عورت مرد کیلیئے ایک زرہ ہے۔ جو اس کو گناہ کے حملے سے محفوظ کرتی ہے۔ وہ ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جو شیطان کے حملوں سے اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور وہ نیکی اور عفت کا ایک روشن منارہ ہے۔ جو مرد کو تباہی سے بچاتا ہے۔ ایک نیک عورت ایک مرد کا سب سے قیمتی خزانہ ہے یہ وہ الفاظ ہیں جو نسل انسانی کے سب سے بڑے خیرخواہ کے مُونہہ سے نکلے ہیں۔ کیا عجیب مقابلہ ہے۔ عیسائی مذہب کی رُو سے عورت نہ صرف خود گنہگار بلکہ مرد کو بھی گناہ میں ملوث کرنیکا ذریعہ ہے۔ اسلام کی تعلیم کی رُو سے عورت مرد کو گناہ سے بچاتی ہے +

اسلام کی مقدّس کتاب جو دُنیا کی تمام مقدّس کتابوں کے پیچھے آئی اور جس نے تمام امور کو تکمیل تک پہنچایا۔ اس میں ایک خاص سورت عورتوں کے حقوق کے متعلق ہے۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم نہ صرف اخلاقی اور رُوحانی رنگ میں ہی عورت کے حقوق کو قایم کرتی ہے۔ بلکہ اُس کے دُنیوی حقوق کی بھی محافظ ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر نصیبا مفروضا۔ (النساء) مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں جو ماں باپ اور قریبی چھوڑ مریں اور عورتوں کے لئے حصّہ ہے اس میں جو ماں باپ اور قریبی چھوڑ دیں۔ تھوڑا ہو یا بہت حصّہ مقرّر ہے۔ اسی پر زور دینے کے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے یہ تعلیم دی۔ کہ عورتوں کے حقوق محفوظ ہیں اور اُن کے حقوق پر کسی قسم کی دست اندازی نہ ہو۔ پھر آپ نے بارہا یہ نصیحت فرمائی۔ کہ عورت کے ساتھ بہتریں محبّت اور نرمی کا سلوک کرنا چاہیئے۔ آپ کے وہ الفاظ ہر ایک مسلمان کے وردِ زبان ہیں۔ جن میں آپ نے عورت کے ساتھ سلوک کو انسان کی فضیلت کا معیار قرار دیا۔ خیرکم خیرکم لاهله۔ پھر آپ کا وہ پیارا وعظ جو حجّۃ الوداع کے موقعہ پر گویا آپ نے بطور وصیّت کیا۔ وہ کس کو معلوم نہیں۔ جب آپ نے فرمایا۔ کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ مردوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی بی بیوں سے محبّت اور نرمی سے پیش آئیں۔ کیونکہ اُنھوں نے اُن کو خدا کے عہد پر لیا ہے۔

پھر کیا یہ پاک الفاظ ہر ایک مسلمان کے کان میں نہیں گونجتے کہ الجنة تحت اقدام الامهات۔ جنّت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور پھر یہ لفظ کہ افسوس ہے اُس نوجوان پر جو اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کر کے جنّت حاصل نہیں کرتا۔ ان الفاظ نے مسلمان ماؤں کو بڑا مرتبہ دیا ہے۔ اور ان کے بیٹے اُن کی پُوری عزّت کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر عورت کو کیا نعمت دیجا سکتی تھی۔ کہ جنّت جو انسان کی زندگی کا حقیقی مقصد ہے۔ اسے ماؤں کی خدمت کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ اور اس سے بڑھ کر عورت کی ذلّت کیا ہو سکتی ہے کہ اسے اس بات کا ذمّہ دار قرار دیا جائے۔ کہ جس کو خدا نے اپنی شکل پر گویا نیک اور پاک

بنایا تھا۔ اُس کو بگاڑنے والے اور تباہ کرنے والی عورت ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو عورت کی عزت کرنے کی تعلیم دی۔ مگر مسیحی عقاید کی رُو سے عورت کے لیئے یہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ کہ "اپنے خصم کے لیئے تیرا اشتیاق ہوگا۔ اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔" اور پھر یہ کہ مرد عورت کے لیئے پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ عورت مرد کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔ پولوس میں سب سے بڑھ کر مسیحیت کی رُوح نے اپنا اثر کیا۔ اور اُس کی تعلیم عورت کے بارے میں یہ ہے کہ "چاہیئے کہ عورت چُپ چاپ کمال فرمانبرداری سے سیکھے اور میں پروانگی نہیں دیتا۔ کہ عورت سکھلاوے یا آپ شوہر پر حاکم بن بیٹھے بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے۔" اتمطاؤس ۲: ۱۲۔ بڑے بڑے روشن خیال پادریوں نے بھی اپنی عقائد میں اس قسم کی باتوں کو رواج دیا ہے۔ جیسے کہ کرانک کے پادری صاحب نے مثلاً

ا۔ مرد کو از روئے پیدائش حق فوقیت حاصل ہے۔ پہلے آدم بنایا گیا پیچھے حوّا۔

ب۔ طرز پیدائش۔ مرد عورت سے نہیں۔ بلکہ عورت سے مرد ہے۔

ج۔ غرض پیدائش۔ مرد عورت کے لیئے نہیں بنایا گیا۔ بلکہ عورت مرد کے لیئے۔

د۔ پیدائش میں نتیجہ۔ مرد خدا کے جلال کے لیئے نمونہ ہے۔ مگر عورت مرد کے جلال کے لیئے ہے۔

ھ۔ گناہ میں تقدیم۔ آدم نے دھوکا نہیں کھایا۔ بلکہ عورت دھوکا کھا کر پہلے گناہگار ہوئی۔

و۔ نکاح کا تعلق۔ جس طرح کلیسیا مسیح کے ماتحت ہے۔ اُسی طرح عورتیں اپنے خاوندوں کے ماتحت ہیں۔

ز۔ مرد اور عورت کا افسر ہونا۔ ہر ایک مرد کا افسر مسیح ہے۔ مگر عورت کا افسر مرد ہے

کیا یہ سچ نہیں کہ اس تمام تعلیم میں جو مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ حالانکہ مسیح کی تعلیم ایسی نہیں ہو سکتی۔ عورت کو ذلیل رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ہر ایک قسم کے نقص اور گناہ کا اُسے مورد قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کاموں میں سے ایک یہ بھی کام تھا۔ کہ آپ نے مسیح کی تطہیر کی۔ یعنی اُن کے

نام کو ان تمام غلط تعلیموں سے پاک کیا جو اُن کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔ عورت کی حیثیت کے متعلق بھی جس قدر غلط تعلیم حضرت مسیح کی طرف منسوب کی گئی تھی۔ اُسکو آپ نے غلط ٹھیرا کر اس کی حیثیت کو بلند کیا۔ اور آپ نے تمام تمدنی اور رُوحانی امور میں عورت کو مرد کی طرح حقوق عطاء فرمائے۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ

جو کوئی بھی نیک کام کرے۔ اور وہ مومن ہو۔ مرد ہو یا عورت۔ جنت میں داخل ہوگا۔ اور پھر فرمایا۔ کہ

مرد جو کامل فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں۔ اور عورتیں جو کامل فرمانبرداری اختیار کرتی ہیں۔ مرد جو ایمان لاتے ہیں۔ اور عورتیں جو ایمان لاتی ہیں۔ مرد جو اطاعت کریں اور عورتیں جو اطاعت کریں۔ مرد جو سچائی پر قایم ہوں اور عورتیں جو سچائی پر قایم ہوں۔ مرد جو صبر کریں۔ اور عورتیں جو صبر کریں۔ مرد جو عاجزی اختیار کریں اور عورتیں جو عاجزی اختیار کریں۔ مرد جو خیرات کرنے والے ہوں اور عورتیں جو خیرات کرنے والی ہوں۔ مرد جو روزے رکھیں۔ اور عورتیں جو روزے رکھیں مرد جو پاک دامن ہوں۔ اور عورتیں جو پاک دامن ہوں۔ مرد جو اللہ کا ذکر بہت کریں۔ اور عورتیں جو اللہ کا ذکر بہت کریں۔ ان سب کے لیئے اللہ تعالےٰ نے حفاظت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

یورپ میں دھریت

اتوار کے دن ۲ ستمبر کو ووکنگ کی مسجد میں اس مضمون پر تقریر تھی۔ کہ یورپ میں لامذہبی کس قدر ترقی کر رہی ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا۔ کہ یورپ میں دھریت کی ترقی کی زیادہ تر ذمہ داری مسیحی پادریوں پر عائد ہوتی ہے۔ جنھوں نے اس مذہب کو ایک معما اور بھول بھلیاں بنا دیا ہے۔ بچپن سے ہر ایک یوروپین کے کان

ہیں یہ صدا پڑتی رہتی ہے۔ کہ عیسائی مذہب ہی ایک مہذب مذہب ہے۔ اور کچھ ورثہ میں خیالات کو لیتے ہوئے۔ کچھ گھر کے اثر کے نیچے یورپ میں بچے عیسائی مذہب کے خیالات میں نشوونما پاتے ہیں۔ مگر جب وہ بڑے ہوتے ہیں۔ اور غور وفکر کرنے کی عادت اُن میں پیدا ہوتی ہے۔ تو اُن کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مذہب جس کو سب سے بہتر کہا جاتا تھا وہ کسی طرح پر عقل کے مطالبات کو پورا نہیں کرتا۔ اور اس طرح پر خود مذہب پر ہی اُن کا اعتقاد باقی نہیں رہتا۔ اور پھر یا تو وہ مطلق دہریہ ہو جاتے ہیں۔ اور یا لا ادریہ خیالات کے پیرو ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح کی سیدھی سادی تعلیم میں اس قدر تحریف کی گئی ہے۔ کہ اصل تعلیم کو اب کوئی شناخت بھی نہیں کر سکتا۔ اس کی اپنی ذات پر ایک تاریکی کا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اور سینٹ پولوس نے انسان مسیح کو خدا مسیح بنا کر عیسائیت کو ایک بالکل نئی راہ پر ڈال دیا۔ اس تناسخ کے چکر نے مسیح کی عزت کو بڑھانے کی جگہ اس کو بہت گرا دیا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس مذہب کی وہ کشش جو مسیح کے نام سے وابستہ تھی تمام سمجھ دار لوگوں میں کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ جو مذہب کو محض تقلید آبائی کے طور پر اندھوں کی طرح نہیں لینا چاہتے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ اناجیل اور دیگر مسیحی کتب مقدسہ میں انسان مسیح کی تصویر بھی ایسے رنگ میں کھینچی گئی ہے۔ جو اپنے اندر حقیقی کشش کا سامان نہیں رکھتی۔ بلکہ بعض اُن لوگوں کے حالات کے برابر بھی پُر معنے اور باوقعت نہیں جو مسیح سے پہلے اس زمانہ میں گذر چکے ہیں۔ جس کو کفر کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً اگر ہم اناجیل کو ہی مکمل اور بالکل صحیح تاریخ مسیح کے حالات کی مان لیں۔ تو بدھ اور ایپکٹیٹس کے اخلاق مسیح کے اخلاق سے بڑھ کر نظر آتے ہیں۔ اور سقراط کے استقلال کو جو اُس نے موت کے وقت دکھایا۔ مسیح کا استقلال نہیں پاتا۔ علاوہ ازیں مسیح کی بہت سی کمزوریوں کا بھی ان کتابوں میں ذکر پایا جاتا ہے۔ مثلاً یہ واقعہ کہ ایک دفعہ آپ کو بھوک لگی۔ تو آپ ایک انجیر کے درخت کی طرف دوڑے گئے مگر چونکہ وہ پھل کا موسم نہیں تھا۔ اور آپ کو وہاں سے کچھ نہ ملا۔ اس لئے آپ نے درخت پر ہی لعنت کرنی شروع کر دی۔ اب درخت پر لعنت کرنا۔ حالانکہ وہ قانون قدرت کی رُو سے

اپنے وقت پر ہی پھل دے سکتا تھا۔ یہ کس قسم کا فعل ہے۔ اسی طرح جب آپ کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ پولیس آپ کی تلاش میں ہے۔ تو آپ اسی قسم کے خوف اور گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے بتائے گئے ہیں۔ جیسے کوئی معمولی انسان ان حالات کے ماتحت کرتا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں سے التجا کی۔ کہ وہ رات جاگتے رہیں۔ مگر جب وہ سو گئے۔ تو پھر آپ نے اسی قسم کے خوف اور گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ آپ کی وہ آخری پکار۔ ایلی ایلی لما سبقتانی ایک انسان کی ہی پکار تھی۔ جس کو اس قسم کی مصیبت پیش آئے۔ غرض جب اس کو خدا بنایا جائے گا۔ تو وہ ایسا کمزور اور بیچارہ سا خدا نظر آئے گا۔ کہ کسی پاک دل سمجھ دار آدمی کی طبیعت اس کی عبادت کے لیئے مائل نہیں ہو سکتی۔ تین میں ایک اور ایک میں تین کا عقیدہ ایسا لاینحل ہے اور ایسا غیر معقول مسئلہ ہے۔ کہ اس عقلی و ذہنی ترقی کے زمانہ میں جب ہر چیز کی وجوہات دریافت کی جاتی ہیں۔ اور اُس کو عقل کے پیمانہ پر چڑھانے کے بعد قبول کیا جاتا ہے۔ اگر لوگ تثلیث کے مسئلہ کو قبول نہ کر سکیں تو وہ قابل الزام نہیں ہیں اگر نیا عہد نامہ واقعی خدا کی کتاب ہے۔ تو پھر اُس کے اپنے بیان کے مطابق مسیح نے وہ کمزوریاں دکھائیں۔ جو دوسرے انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیئے اُس کو انسان سے بڑھ کر کیونکر مانا جا سکتا ہے۔ اور پھر ضرورت کیا ہے۔ کہ ہم انسان سے بڑھ کر اسے کچھ مانیں۔ کیوں خدا کی کامل توحید کو جس کی تقسیم نہیں ہو سکتی سمجھدار آدمیوں کے سامنے پیش نہ کیا جائے۔ کیوں مسیح کو اس کی اصلی جگہ پر نہ رکھا جائے۔ کہ وہ ایک انسان تھا جسے ایک محبّت کرنے والے خدا نے مخلوق کی ہدایت کے لیئے بھیجا۔ کیوں اُس کو ویسا ہی نہ مانا جائے جیسا مُسلمان مانتے ہیں۔ کہ وہ اولوالعزم انبیاء میں سے جیسے ابراہیمؑ۔ موسےٰؑ۔ محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک تھا۔ کیوں خدا کو ایک ہی نہ مانا جائے۔ جس طرح مُسلمان مانتے ہیں۔ صرف انہی چند معقول باتوں کو تسلیم کر کے عیسائی اور مُسلمان ایک ہو کر دہریت اور لا ادریت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دُنیا ایک سادہ مذہب چاہتی ہے۔ ایسا مذہب جو عقل اور نور قلب دونوں کے لیئے باعث اطمینان ہو سکے۔ اور صرف اگر مسیحی پادری صاحبان تھوڑا سا قدم مذہب میں معقولیّت کی طرف اُٹھائیں اور کچھ توہمات کو کم کر دیں تو اس زمانہ کے مطالبات بھی پُورے

ہو سکتے ہیں۔ اب یہ پادری صاحبان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ کہ چاہیں تو اپنے پچھلے خیالات پر جمے رہ کر دہریت کی ترقی میں معاون بنے رہیں۔ اور چاہیں تو مسلمانوں کے سیدھے سادے اصول کو قبول کر کے دہریت کے امر کو روکنے کی کوشش میں لگ جائیں۔

ایک چٹھی

مروّجہ عیسائیت سے بیزاری کا اظہار

{از سی۔ ایچ۔ بیٹس۔ ایل ایل ڈی۔ پی ایچ۔ ڈی۔ ایف ایس۔ پی۔ بنام مولوی صدرالدین صاحب}

میرے پیارے دوست! میں نہایت اخلاص سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ ہر ماہ مجھے اسلامک ریویو کی کاپیاں بھیجتے ہیں۔ بہت سے مضامین کو جو اس میں ہوتے ہیں۔ پڑھنے سے انسان کو واقعی بہت کچھ تعلیم۔ حقیقی رُوحانی تعلیم ملتی ہے۔ اور بغور ان کو پڑھنے سے میں نے اس سے بہت سے اخلاقی سبق حاصل کیے ہیں۔ آپ کی نامہ نگار امینہ نے بالکل سچ لکھا ہے کہ "ناصرہ کے نبی کی تعلیمات اس قدر محرّف و مبدّل ہو چکی ہیں۔ اور اس قدر مسیح کی اصل منشاء سے اب اُن کا بُعد ہو گیا ہے۔ کہ اب ان کو اس کی تعلیمات کہہ ہی نہیں سکتے"۔

ہم کو اپنے گرجاؤں میں مسیح کی سیدھی سادی تعلیم ہرگز نہیں مل سکتی۔ فلسطین سے مغرب کی طرف جو سفر عیسائیت کو کرنا پڑا۔ اس سفر میں یونان سے گذرتے ہوئے مسیحیت نے اپنی اصل عبرانی خوبصورتی اور سادگی کو کھو دیا اور کچھ اور کا اور بن کر بہ سرتک پہنچی ہے۔ یہی بڑے دُکھ کی بات ہے۔ کہ وہ مذہب

جسے آج کلیسیا پیش کرتی ہے اُس پر یُونانی فلسفہ اور مصری تھیوصوفی کا رنگ اِس قدر چڑھا ہے۔ کہ اصل حقیقت کو بالکل چھپا دیا ہے۔ اگسٹائن اور کلیمنٹ نے بجائے اِس کے کہ مسیح کے اقوال کو صفائی سے الگ کرتے۔ اُن پر بہت سے اور اپنی طرف سے بڑھائے ہوئے عارضی مضمون کے پردے ڈال دیئے ہیں۔ اور یہ بیفایدہ کوشش ہے۔ کہ مسیحی بزرگوں کے مغلق اور پیچیدہ اُلجھنوں کا کوئی نشان یہودیوں کی کتب مقدسہ یا نئے عہد نامہ میں ملے۔ اور وہ مذہب جو اٹھنے سی ایس کے نام پر چلا ہوا ہے۔ نئے عہد نامہ کی تعلیم کی کھلی کھلی تحریف ہے وہ نظری بازیچیاں جو عیسائیت کے اندر داخل کر دی گئی ہیں۔ اور جو زیادہ تر مصر کے پانچ ہزار سال کے قدیم مذہب سے لی گئی ہیں۔ اُنھوں نے انجیل کی تعلیم کو ایسے مختلف خیالات کا ایک پیچیدہ مجموعہ بنا دیا ہے۔ کہ طالب حق کے لیئے بجائے مفید ہونے کے وُہ روک ہو رہے ہیں۔

جن لوگوں نے مذہب کو اپنا پیشہ بنایا ہوا ہے۔ اور جن کو غلط طور پر عیسائی کہا جاتا ہے۔ وُہ لوگوں کو بجائے حق کی طرف لانے کے اس سے دُور لے جا رہے ہیں۔ اُنھوں نے غلطی سے تاریکی کو روشنی۔ ظِل کو حقیقت۔ دھوکا دینے والے خیالات کو رُوحانی حقایق سمجھ لیا ہے۔ اس کا جو نتیجہ ہوا ہے اُسے ہر ایک انسانی خیالات کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے۔ عقاید کے ذریعہ سے عقل کو کام میں لانے کی راہوں کو روکا گیا ہے۔ اور بجائے آزاد خیال اور آزاد روشن انسانوں کی نسل کے۔ ہم صرف اِنسانوں کی نقل پاتے ہیں۔ بالخصوص جہاں مذہبی پیشواؤں کا تسلط زیادہ ہے۔ بجائے اس کے رُوح کے اندرونی دریچوں کو جن میں رُوحانی طاقتیں اور روحانی قوتیں بند ہیں۔ کھولا جائے۔ اور اُن کو وُہ آزادی دی جائے جو اُن کا اصلی حق ہے۔ اُنھوں نے جد وجہد کرنے والی زندگی پہ ایک زہر آلود اثر بذریعہ عقائد اور رسُوم اور بے جان رواجات کے ڈال رکھا ہے۔ اور اسے ہمیشہ کی غلامی میں مقید کر رکھا ہے۔

یہ سچا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ ایک طلسم ہے۔ جس کے ذریعہ سے نسل انسانی کو پروہتوں کی غلامی میں رکھنا اصل مقصود ہے۔ یہ عیسائیت نہیں۔ جیسے کہ ایک روشن خیال آدمی اس کو سمجھتا ہے۔ سچی عیسائیت ایک زندگی کا جوہر ہے ایک الہام ہے۔ ایک بلند مقصد ہے۔ ایسا جیسا کہ یسوع ناصری کے مقدس انسانیت میں ہمیں نظر آتا ہے۔ مگر یہ پاکیزگی کا جوہر آج کل کے مذہب کے پیشواؤں میں ہمیں کیا شاذو نادر نظر آتا ہے۔ وہ سچی فیاضی۔ وہ محبت۔ وہ زندگی کی خوبصورتی۔ جو کہ آقا میں نظر آتی ہے۔ وہ اُس کے تمام پیرواؤں میں نہیں ملتی۔ اور اس لیئے یہ خطرہ ہے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ اِنہی پیشواؤں کو ہم غلطی سے سچے عیسائی سمجھ بیٹھیں۔ اِن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

بجائے اس کے۔ کہ ایک دُوسرے کے مخالف ہوں۔ مسیحیت اور اسلام کو دوستانہ رنگ میں ایک دُوسرے سے مصافحہ کرنا چاہیئے۔ اصل الاصول دونوں کے پاکیزہ سچے اور کریمانہ ہیں۔ اور دُنیا کی نجات کے لیئے ضروری ہیں۔ مروّجہ عیسائیت کی قدر کو جو چیز کم کرتی ہے۔ وُہ یہ ہے۔ کہ عام طور پر اس کے پیرؤوں میں اخلاص اور عمل کی وہ رُوح نہیں۔ جو مُسلمانوں میں کام کر رہی ہے۔ مگر نقلی سونے کو اصلی سونا نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔

مسٹر ڈوڈلے رایٹ عیسائیت پر یہ طعن کرتے ہیں۔ کہ وہی قمارخانوں شرابخانوں اور زنا خانوں کی ذمہ دار ہے۔ یہ چیزیں عیسائیت کا جزو نہیں ہیں۔ بلکہ باوجود عیسائیت کے یہ موجود ہیں۔ اور سچا مسیحی سچے مُسلمان کی طرح اُن کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور گذشتہ بیس سال میں ان میں کچھ اصلاح بھی ہوئی ہے۔ اور جیسے جیسے انسان ترقی کریگا یہ چیزیں معہ ان دُوسری بدیوں کے جو ہماری راحت۔ اور ہمارے حقیقی طور پر مفید ہونے میں روک ہیں۔ دُور ہو جائیں گی +

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدّین صاحب مسلم مشنری

(۱) براہین نیّرہ حصّہ اوّل المعروف بہ قرآن ایک خاتم اور عالمگیر الہام۔ اردو قیمت (۱۰/)
(۲) ام الالسنہ یعنی عربی مبیّن کل زبانوں کی ماں ہے۔ اردو۔ قیمت ... ... (۱۲/)
(۳) اسوہ حسنہ الموسوم بہ" زندہ اور کامل نبی۔ اردو قیمت (۴/) ۔ (۴) احادیث نبوی کا اقتباس انگریزی (۲/)
مسلم پریئر۔ انگریزی قیمت ۴/ صحیفہ آصفیہ تبلیغ بنام بحضور نظام حیدرآباد دکن۔ اردو (۲/)
بنگال کی دلجوئی انگریزی و اردو۔ فی کتاب قیمت ... ... (۱/)
مسلم مشنری کے ولایتی لکچرز کا سلسلہ اردو (۱/) اور ۳ عدد انگریزی ... قیمت .. (۳/)
مسلم ایٹیچیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ انگریزی۔ کرشن اوتار اردو۔ فی کتاب قیمت ... .. (۱/)
اسلامک ریویو و مسلم انڈیا جلدا ۱۹۱۳/۱۹۱۴ انگریزی۔ قیمت ~~~~~~~~ (۵/) (۸/)
رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو کے سابقہ پرچے جولائی ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر ۱۹۱۴ء (۸/)

دیگر تصنیفات

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اوّل مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ اردو (۶/)
حدوث مادہ ... ... " " " " " " " (۴/)
عصمت انبیاء ... ... " " " " " " " (۸/)
غلامی ... ... " " " " " " " (۴/)
ویسٹرن اویکنگ ٹو اسلام مصنفہ جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی .. (۱۲/)
التوحید جس میں لا الہ الا اللہ کی مختصر تفسیر مصنفہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب ایل ایم ایس (۱/)
طریق فلاح جس میں بت پرستی کی بنیاد اور اس کی فلاسفی " " " " اردو (۱/)
نبی کریم حضرت محمد صلعم کا معجزہ مصنفہ جناب ایس بشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر انگریزی (۱۲/)
اسلام اینڈ سوشیلزم .... " " " " (۴/)
پیغام صلح۔ انگریزی و اردو فی ا/۔ ہر دو کی قیمت ... ... (۲/)

پتہ:۔ منیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ نو لکھا۔ لاہور۔ احمدیہ بلڈنگس

نوٹ:۔ ا۔ ۲۔ ۳۔ ۴ ناظرین کرام ان کتب کو اپنے حلقہ اثر میں اور غیر مسلم احباب میں خصوصاً تقسیم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

خضاب سینہ:۔ استعمال کے ساتھ ہی بال سیاہ۔ زیادہ لن ترانی کی ضرورت نہیں۔ خضاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ قیمت فی ڈبیہ (۱۲) پتہ: فضل شاہ۔ اکبر منڈی۔ لکڑ ہارا۔ محلہ چھیل بی بیاں۔ لاہور

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

(۱) براہین نیّرہ حصّہ اوّل ۔ معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت .. .. (۱؍)

(۲) اسوہ حسنہ ۔ معروف بہ زندہ و کامل نبی .. .. ؍؍ .. .. (۴؍)

(۳) ام الالسنہ ۔ معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان ؍؍ .. .. (۱۲؍)

یہ ہر سہ کتابیں مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں۔ جو تین خاص مضمون پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں۔

یعنے کتابوں میں کتاب قرآن۔ نبیوں میں نبی محمد عربی۔ زبانوں میں زبان عربی مبین۔ یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علے الترتیب ثابت کی گئی ہیں۔

۱۔ براہین نیّرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔

۲۔ اسوہ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سواء چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو آپکی ذات پاک ہی ہے۔

۳۔ ام الالسنہ بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں۔ اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباواجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں +

مینجر اشاعت اسلام ۔ عزیز منزل ۔ احمدیہ بلڈنگس ۔ نولکھا ۔ لاہور

نوٹ :۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا +

ضروری اطلاع۔ یہ رسالہ بفضل تعالیٰ پبلک میں مقبول خاص و عام ہو چکا ہے۔ مانگ لگاتار جاری ہے۔ ناظرین کرام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ خریداری کے آرڈر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں